تاریخ ہند کے ازمنۂ وسطیٰ میں
معاشرتی اور اقتصادی حالات

علامہ عبداللہ یوسف علی

سی - بی - ای ' ایم - اے ' ایل ایل - ایم

کی تقریریں جو ۲ - ۳ اور
۴ مارچ سنہ ۱۹۲۸ع کو
ہندستانی اکیڈیمی الہ
کے سامنے کی گئیں
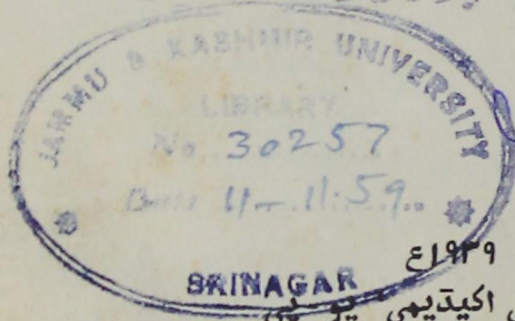
۱۹۳۹ع

ہندستانی اکیڈیمی یو پی

الہ آباد

Published by
THE HINDUSTANI ACADEMY, U. P.,
ALLAHABAD.

SECOND EDITION :
Price Re. 1-0-0 (Paper)
„ Re. 1-4-0 (Cloth)

Printed at
THE CITY PRESS, ALLAHA

تعارف

صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ میں ہندوستانی اکاڈیمی کا قیام اِس غرض سے ہوا ہے کہ اِس کے ذریعے سے ہندی اور اُردو زبانوں کے ادبوں کی ترقی ہو - اِس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے بہت سے ذرائع ہیں - جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہندوستانی عالموں کو اُردو اور ہندی زبانوں میں علمی مضامین پر لکچر دینے کی دعوت دی جائے اور اُن کے لکچروں کو شائع کیا جائے - چنانچہ اِس سلسلے میں اکاڈیمی نے مسٹر عبداللہ یوسف علی ایم - اے ' ایل - ایل - ایم ' سی - بی - ای کو " تاریخ ہند کے ازمنۂ وسطیٰ میں معاشرتی اور اقتصادی حالات " پر لکچر دینے کے لئے مدعو کیا - مسٹر یوسف علی ہندوستان کے برگزیدہ عالموں میں سے ہیں - آپ عرصہ تک صوبجات متحدہ میں امپیریل سول سروس کے رکن کی حیثیت سے رہ چکے ہیں - اور اُس زمانے میں جب آپ سرکاری عہدوں پر ممتاز تھے آپ نے علاوہ اور مضامین کے ہندوستان کے معاشرتی زندگی کے پہلوؤں پر انگریزی زبان میں مضامین شائع کئے - سرکاری عہدے سے مستعفی ہونے کے بعد سے اپنی طبیعت کے رجحان کے مطابق آپ علمی مشاغل میں پورے طور پر مصروف ہیں - آپ نے ہندوستان کی تاریخ پر تحقیق کی غائر نظر ڈالی ہے اور مغل زمانے کی معاشرتی زندگی کے متعلق نئی معلومات کا اظہار کیا ہے - آپ کی تصنیفوں سے جو واقفیت رکھتے ہیں

وہ جانتے ہیں کہ آپ نہ صرف محقق اور زبان‌داں ہیں بلکہ اعلیٰ پایے کے ادیب بھی ہیں -

ہندوستانی اکاڈیمی کے لئے بڑے فخر کی بات ہے کہ آپ نے ہماری دعوت قبول کی اور آپ کی وجہ سے ہمارے لکچروں کے سلسلے کی ابتدا ' خوبی کے ساتھ ہوئی - یہ لکچر الہ‌آباد یونیورسٹی کے ہال میں ۲-۳ اور ۴ مارچ کو دیے گئے - حاضرین میں الہ‌آباد ہائی کورٹ کے جج ' یونیورسٹی کے پروفیسر ' الہ‌آباد کے معزز وکلاء اور رئیس شامل تھے - ڈاکٹر سر تیج‌بہادر سپرو ایم - اے ' ایل - ایل - ڈی ' کے - سی - ایس - آئی ' پریسیڈنٹ ہندوستانی اکاڈیمی اِن جلسوں میں صدرنشین تھے - لکچروں کے اختتام پر آنریبل ڈاکٹر شاہ محمد سلیمان جج ہائی‌کورٹ الہ‌آباد ' ڈاکٹر بینی پرشاد ڈی - ایس سی (لنڈن) ' مولوی محمد علی نامی ایم - اے اور مولوی سید ضامن علی ایم - اے نے مسٹر یوسف علی کا شکریہ ادا کیا - جن حضرات نے جلسوں میں شرکت کی وہ سب لکچروں سے نہایت محظوظ ہوئے اور الہ‌آباد کے علمی دائروں نے اِن کا زور و شور سے خیر مقدم کیا - اِن تقریروں کو سپرد طبع کرنا گویا اُنھیں ایک حد تک مکان اور زمانے کی تنگ قیود سے رہا کرنا ہے - اُمید ہے کہ جو دعوت معدودے چند احباب کی مسرت کا باعث ہوچکی ہے اب مدت مدید تک خاص و عام کو لطف اندوز کرتی رہے گی -

تاراچند

جنرل سکریٹری

ہندستانی اکیڈیمی -

دیباچہ

اقتصادی اور معاشرتی امور کا مضمون اُردو میں کسی قدر نیا ہے ، اور اُس کے لکھنے والے کی مشابہت ایسے مسافر سے ہوسکتی ہے ، جو کسی غیر معروف ملک میں پہلے پہل داخل ہو - اُس کے لیے نہ کوئی شاہراہ ہے ، نہ گلی کوچے - گھنے جنگل کے درخت کاٹنے کے لیے اُس کے ہاتھ میں ہمیشہ کلہاڑی رہنی چاہیے ، اور راستہ کھولنے کے لیے اُس کو متعدد غیر مروج طریقوں سے کام لینا ہوگا -

جن لوگوں کو کبھی کسی دوسری زبان سے ایک آدھ صفحہ بھی ترجمہ کرنے کا اتفاق ہوا ہو ، اور خصوصاً اُس حالت میں جبکہ دوسری زبان میں اصطلاحات کی بھر مار ہو ، وہ بخوبی سمجھتے ہونگے کہ

گیسوے اُردو ابھی منت پذیر شانہ ہے -

آیندہ اوراق کی تیاری کے لیے جن کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی ، اُن میں سے ضروری باتوں کے ترجمے سے اصطلاحات کے متعلق جو دقتیں پیش آئیں ، اُن کا اندازہ آپ اِن اوراق کے مطالعے کے بعد بخوبی کرسکیں گے - مجھے اِس کے متعلق صرف یہ عرض کرنا ہے کہ بعض الفاظ آپ کو غیر مانوس اور اجنبی سے معلوم ہونگے ، لیکن ذرا سے غور و فکر کے بعد واضح ہو جائے گا کہ پرانی زنجیروں سے کسی قدر آزاد ہوئے بغیر چارہ نہ

تھا - البتہ میں نے کوشش کی ہے کہ اِن الفاظ و اصطلاحات سے عبارت کی سلاست میں فرق نہ آنے پائے ، اور نئے الفاظ حتی الامکان بہتر سے بہتر ہوں -

اِس کے علاوہ اُردو میں عام طور پر جس زور کا فقرہ لکھا جاتا ہے ، در حقیقت لکھنے والے کا مدعا اُس سے بہت کم ہوتا ہے - پڑھنے والے بھی اِس کے عادی ہوچکے ہیں بلکہ خود لکھنے بیٹھیں ، تو وہ بھی معمولی سی بات کہنے کے لیے اِسی طرح زور دار فقرے استعمال کریں گے - لیکن میں نے اِن اوراق میں " نہایت " " بے حد " اور اِسی قسم کے دوسرے لفظ اور جملے اُسی موقع پر استعمال کیے ہیں ، جہاں اُن کی واقعی ضرورت تھی - ممکن ہے ، آپ کو اِس وجہ سے بھی بعض فقرے کسی قدر اجنبی سے معلوم ہوں -

---

فٹ نوٹوں میں لکھے ہوئے حوالہ جات کے اشاروں کی تشریح

البیرونی :

تاریخ الہند مصنفہ البیرونی کا انگریزی ترجمہ از ای - سی زاخاؤ - مطبوعہ لنڈن ۱۹۱۰ع -

Alberuni's India, trans. E. C. Sachau, 2 Vols. London, 1910.

آلہا کھنڈ :

انگریزی ترجمہ از ولیم واٹر فیلڈ - مطبوعہ اکسفورڈ -

Lay of Alha, trans. Wm. Waterfield. Oxford, 1923.

باگھ :

باگھ کے غار - انڈیا سوسائٹی لنڈن -

The Bagh Caves, India Society. London, 1927.

بطوطہ :

سفرنامہ ابن بطوطہ - مترجمہ سی - ڈیفری میری و ڈاکٹر بی آر - سینگوئنی نیٹی -

Voyages d' Ibn Batoutah, trans. C. Defremery and Dr. B. R. Sanguinetti, 4 Vols. Paris, 1874—9.

ایلیت :

تاریخ ہند مصنفہ ایلیت اینڈ ڈوسن -

Sir H. M. Elliot and J. Dowson, History of India, as told by its own historian, 8 Vols. London, 1867—1877.

کتبات ہند :

ایپی گریفیا اِنڈیکا - جلد ١٥ (١٩١٩-٢٠ع) کلکتہ -

Epigraphia Indica, XV (1919-20), Calcutta, 1917.

کتبات اسلامیۂ ہند :

ایپی گریفیا انڈو مسلمیکا - (١٩١٣-١٤ع) کلکتہ -

Epigraphia Indo-Moslemica, 1913-14. Calcutta, 1917.

ایٹنگ ہوزن :

ہرش وردھن از ایم - ایل - ایٹنگ ہوزن - مطبوعہ پیرس بزبان فرانسیسی -

M. L. Ettinghausen, Harsha Vardhana. Paris, 1906.

فرشتہ :

تاریخ فرشتہ از جے برگس - مطبوعہ لندن -

Ferishta's History, by J. Briggs, 4 Vols. London, 1829.

ہرش چرت :

ہرش چرت - مصنفہ بان بھٹ کا انگریزی ترجمہ از ای- بی - کاول و ایف - ڈبلو ٹامس - مطبوعہ لندن -

Harsha-charita of Bana, translated by E. B. Cowell and F. W. Thomas. London, 1897.

اجنتا :

اجنتا کے غار - از لیڈی ھیرنگھم - مطبوعہ لنڈن -

Lady Herringham's Ajanta Frescoes. India Society, London, 1915.

کادمبری :

کادمبری - مصنفہ بان بھٹ کا انگریزی ترجمہ از سی - ایم - رڈنگ -

Kadambari of Bana. Translated by C. M. Ridding. London, 1896.

کیتھ :

سنسکرت ڈراما - مصنفہ اے - بی - کیتھ - مطبوعہ اگسفورڈ -

A. B. Keith, the Sanskrit Drama. Oxford, 1924.

کتھا سرت ساگر :

کتھاسرت ساگر - مصنفہ سوم دیو مترجمہ سی - ایچ - ٹانی - مولفہ این - ایم پینزر -

Katha Sarit Sagara, by Soma Deva. Ocean of Story, trans. C. H. Tawney, ed. N. M. Penzer, 10 Vols. 1924.

للا :

للا واکھانی - مترجمہ سر رچرڈ - سی - ٹیمپل - مطبوعہ کیمبرج - سنہ ۱۹۲۴ع -

The Word of Lalla the Prophetess, trans. Sir Richard C. Temple. Cambridge, 1924.

ناگ نند :

(مصنفہ سری ہرش) کا انگریزی ترجمہ از پامر بائڈ -

Nagananda (of Sri Harsha), English translation by Palmer Boyd. London, 1872.

تاریخ سمتھ :

آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا - مصنفہ ونسنٹ اے - سمتھ -

Oxford History of India, by Vincent A. Smith, Oxford, 1919.

مارکو پولو :

سفرنامہ مارکو پولو مترجمہ کرنل یول - مطبوعہ لندن -

Book of Ser Marco Polo, trans. H. Yule 2 Vols. London, 1871.

پریادرشک :

پریادرشک - ایک سنسکرت ناٹک مصنفہ ہرش کا انگریزی ترجمہ از جی - کے نریمان -

Priyadarshika, a Sanskrit drama by Harsha, trans. into English by G. K. Nariman. A. V. W. Jackson and C. J. Ogden, New York. Columbia Univ. Press, 1923.

قران السعدین :

قران السعدین از امیر خسرو - فارسی متن مع اردو

مقدمہ - مؤلفہ سید حسن برنی مطبوعہ علی گڈھ - سنہ ۱۹۱۸ع -

Qiran-us-Sa'dain of Amir Khusrau, Persian Text with Urdu Introductions, Ed. Saiyid Hasan Barni. Aligarh, 1918.

رتناولی :

(سری هرش کی) رتناولی کا متن مع ترجمہ از ساردا رنجن راے کلکتہ -

Ratnawali (Sri Harsha's) Text, with translation by Sardaranjan Ray. Calcutta, 1919.

کپور منجری :

راج شیکھر کے ناٹک کپور منجری کا متن مع انگریزی ترجمہ از سی-ایچ - لانمین- مطبوعہ هارورڈ یونیورسٹی پریس -

Raja-Shekhara's Karpura-Manjari, Text by Sten Konow. English trans. by C. H. Lanman. Harvard University Press, Cambr., Mass., 1901.

تامس :

دهلی کے پٹھان بادشاهوں کے عهد کے حالت از ای تامس مطبوعہ لنڈن -

E. Themas, Chronicles of the Pathan Kings of Delhi. London, 1871.

تین مسافر :

تهری تریولرس تو انڈیا - اے - یوسف علی - لاهور -

Three Travellers to India, by A. Yusuf Ali, Lahore. (R. S. Gulab Singh and Sons), 1926.

ٹاڈ :

راجستھان ، مصنفہ جے ٹاڈ ، مؤلفہ ڈبلیو کرک - مطبوعہ اکسفورڈ -

J. Tod, Annals and Antiquities of Rajasthan, ed W. Crooke, 3 Vols. Oxford, 1920.

ویدیا :

ہند وسطیٰ کا ہندو دور - از سی - وی - ویدیا ، پونا -

C. V. Vaidya, Mediæval Hindu India, 3 Vols. Poona, 1926.

یوان چوانگ :

یوآن چوانگ کی سیاحت ہند از ٹامس واٹرس- مطبوعہ لنڈن -

Yuan Chwang's Travels in India, by Thomas Watters, 2 Vols. London, 1904.

———

فہرست مضامین

صفحہ

تعارف ۳

دیباچہ ۵

فٹ نوٹوں میں لکھے ہوئے حوالہ جات کے اشاروں کی تشریح ۷

لیکچر اول - تمہید

اکاڈیمی اور اُردو ۱۷

اُردو ٹائپ ۱۸

مشترکہ زبان ۱۹

اکاڈیمی کا صدر مقام اور گورنمنٹ سے تعلق ... ۲۰

یورپ کے ازمنۂ وسطیٰ ۲۱

تاریخ ہند میں ازمنۂ وسطیٰ ۲۲

ہرش سے پرتھوی راج تک ۲۴

پرتھوی راج سے عہد مغلیہ تک ۲۶

ہندوستان کے ازمنۂ وسطیٰ کے تین حصے ... ۲۷

لیکچر دوئم - (ساتویں صدی عیسوی)

پہلا دور

معاشرتی و اقتصادی کوائف ۲۹

صفحہ

اسناد و شواہد ۳۰
(الف) ڈراما ... ... "
(ب) بان بھٹ کا منثور قصیدہ اور افسانہ ... ۳۱
(ج) چینی سیاح ۳۲
(د) کتبے اور فنون لطیفہ ... ۳۳
بادشاہ وزیر اور نظام خانہ داری ۳۴
خواتین اور اُن کے اطوار و عادات ... ۳۵
برہمن مسخرہ ۳۶
ایوان شاہی : راجہ کی عادات ۳۷
شہر اُجین ۳۸
لوگوں کی طرز زندگی ۴۰
دیہات - جنگل، آشرم اور چنڈالوں کی فرودگاہیں ... ۴۱
شوجی کا اُپاسک ۴۲
راجکمار کی تولید پر جشن تہنیت ... ۴۴
کوہ وندھیاچل میں ایک گاؤں ۴۶
نسلیں اور لباس ۴۷
انواع حقیقت آراضی ۴۹
دیگر محاصل حکومت ۵۰
پیداوار : اطوار و رسوم ۵۱
بیماری اور موت ۵۲
جرائم : ذات پات ... ... "
ہندوستانی اخلاق و اطوار ۵۳

صفحہ

لیکچر سوئم - (دسویں اور گیارھویں صدی عیسوی)

اسناد و شواهد ۵۴
زبانیں : پراکرتیں اور عام بول چال کی زبانیں ... ۵۶
شمالی اور جنوبی ہند کے تعلقات ... ۵۷
نسلوں کا اختلاط اور جدید معاشرتی شیرازہ بندی ... ۵۹
صوبجات کے لحاظ سے چہروں کا مختلف رنگ ... ۶۱
سحر و ساحری اور معجزات سے شغف ... ۶۲
زیور اور غازہ ۶۴
جھولے کا تہوار ۶۵
عام قصے کہانیوں میں برہمنوں کا ذکر ... ۶۶
راجپوت ۶۸
اچھوت اور معاشرتی حلقے سے خارج لوگ ... ۶۹
برہمنوں اور مندروں کے لیے اوقاف ... ۷۰
فن تحریر اور کتابیں ۷۱
اوضاع و اطوار اور رسم و رواج ... ... ،،
دو کتبے ۷۲
برہمنوں کو عطیۂ آراضی ۷۳
چولا خاندان کی سلطنت میں جنگلات ... ۷۴
آراضی کے متعلق حقوق اور مالیہ جو مزارعین کو ادا
کرنا پڑتا تھا ۷۵
مندروں کی سیوا ۷۶
مسلمانوں کے ہندوؤں سے تعلقات ... ۷۷

صفحہ

لیکچر چہارم - (چودھویں صدی عیسوی)

معاشرتی خصوصیات ۷۹
اسناد ۸۱
راجپوتوں کے آداب و اطوار : قنوج کی راجکماری ... ۸۴
عشق کی بے راہ روی ۸۵
عشق کا قاصد بھیس بدلے ہوئے ... ۸۶
پرتھوی راج کا بذات خود موقع پر آنا ... ،،
نامہ و پیام ۸۷
راجپوت کی دعوت مقاومت ۸۸
طالب و مطلوب کی ملاقات ... ... ،،
دلہن کے لئے جنگ ۸۹
دلہن دہلی پہونچتی ہے ۹۰
شیخ برہان راجپوتانے میں ۹۱
دہلی کا ایک کتبہ ۹۲
ابن بطوطہ کا بیان ۹۵
امیر خسرو کے زمانے کی دہلی ۹۷
مارکو پولو جنوبی ہند میں ۹۹
معاشرتی عدم مساوات کے ازالے کی کوششیں ... ۱۰۱
سکوں کے متعلق اصلاحات ۱۰۲
مسئلہ بھکاری کے متعلق حکومت کی مساعی ... ۱۰۳
خیراتی اِمداد اور تعمیرات عامہ ... ۱۰۴
خاتمہ ۱۰۵

لکچر اول

تمہید

ہندوستانی اکاڈیمی نے اپنے لکچروں کے سلسلے کی ابتدا تاریخ ہند کے ازمنۂ وسطیٰ کے موضوع سے کی ہے، اور اس مقصد کے لیے مجھکو مدعو کرکے جو عزت بخشی ہے، اُس کا مجھے پورا احساس ہے -

اکاڈیمی اور اُردو

اِس اکاڈیمی کا آغاز بذات خود زمانے کی رفتار کا آئینہ ہے - جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، میرا نام برسوں سے اِن صوبجات میں اُردو زبان اور ادب کی تحقیق و تشریح سے منسوب رہا ہے - جب میں حیدرآباد میں تھا، تو مجھے وہاں کی اُردو تحریک اور جامعۂ عثمانیہ کے متعلق اِبتدائی جد و جہد میں حصہ لینے کا فخر بھی حاصل ہوا - اُس وقت وہاں ایک شعبۂ ترجمہ تھا، جو اب بھی موجود ہے - اُس کا مقصد یہ ہے کہ اپنی زبان کو ایسی طبع زاد تصانیف اور مستند کتابوں کے ترجموں سے مالا مال کیا جائے، جو جامعہ میں اُردو زبان کے ذریعے تعلیم و تعلم کے لیے موزوں ہوں - میں نے اُن کے لیے ایک مختصر سا رسالہ سپرد قلم کیا تھا، جس کا مقصد اُردو کتابت کی طرز تحریر اور طباعت کو منظم کرنا تھا -

اردو ٹائپ

میں نے اُردو میں ٹائپ کو رواج دینے کے لیے بھی جد و جہد کی تھی، اور اب بھی اِس کا حامی ہوں - اردو کے اکثر ماہرین کی طرح میں بھی موجودہ اُردو ٹائپ اور ٹائپ میں چھپی ہوئی کتابوں سے جو آئے دن سرکاری و دیگر مطابع سے نکلتی رہتی ہیں، مطمئن نہیں ہوں - اُردو حروف کی تمام مختلف شکلوں کو جو ہاتھ کی لکھائی میں نظر آتی ہیں، ٹائپ میں نقل کرنا آج تک ایک سعی لاحاصل ثابت ہوا ہے - قلمی تحریر کی خوبیوں کا اِنحصار مختلف امور پر ہے، مثلاً حروف کے دائروں اور قوسوں کی شکل اور قد میں حسب موقع تنوع پیدا کرنا، اور ایک خاص حرف کی شکل اُس کے کسی لفظ کی ابتدا، وسط یا آخر میں آنے پر حسب حالت بدلنا - طباعت کا حسن یہ ہے کہ حروف کی شکل اور قد میں یکسانیت ہو، سطریں اُقلیدسی صحت کے ساتھ برابر برابر ہوں - اور پہلی ہی نظر میں پڑھ لینا ایک آسان کام اور جمالیاتی لذت بن جائے - اگر ایک ہی حرف کو دو دو تین تین صورتیں دی جائیں، تو ٹائپ کے حروف کی تعداد کسی کے بس کا روگ نہ رہیگی، اور اِس سے حروف جوڑنے والوں کا کام لازمی طور پر مشکل اور گراں ہو جائیگا - اور آپ جانتے ہیں کہ دور حاضرہ کی تجارتی طباعت میں لاگت ایسا جزو نہیں، کہ اُسے نظرانداز کیا جاسکے - ٹائپ کے متعلق لوگوں کے ذہن پہلے ہی سے زہر آلودہ ہو چکے ہیں، اِس لیے اِس میں کامیابی اِسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ٹائپ کی طباعت لیتھو سے بہتر اور

ارزاں ہو - یہ خیال صحیح نہیں کہ ٹائپ کی طباعت حسین و جمیل نہیں ہو سکتی- اِس کے حسن و قبح کے معیار لیتھو کی طباعت اور قلمی تحریر سے بالکل الگ اور صرف اِسی سے مخصوص ہونگے - ہمارا پہلا کام تو ایک سستے اور حتی المکان اچھے ٹائپ کی ترویج ہے ' پھر جوں جوں زمانہ گزرتا جائیگا ' حسین و جمیل ٹائپ بھی نکل آئیں گے اور معیار روز بروز ترقی کرتا جائیگا - ٹائپ کی برتری کا راز طباعت کی صفائی اور صحت میں مضمر ہے - موجودہ زمانے میں جس زبان کا انحصار کلیتاً لیتھو پر ہو ' اور وہ طباعت کے متعلق تازہ‌ترین ایجادات سے فیض‌یاب نہ ہو سکتی ہو ' وہ کافی ترقی کرنا تو درکنار ضروریات سے نپٹ بھی نہیں سکتی -

مشترکہ زبان

آپ نے اپنی اکاڈیمی کو " ہندوستانی اکاڈیمی " کے نام سے موسوم کرنے میں بڑی دانائی سے کام لیا ہے - اِس سے ملک کی زبان کو اِن صوبجات اور ملک کے دیگر حصوں میں حتی‌الامکان یکرنگ بنانے کی اِس خواہش کو بہت کچھ تقویت حاصل ہوگئی ' جو ہر ذمہ‌دار ہندوستانی اپنے دل میں محسوس کرتا ہے - مزیدبرآں میرا یہ بھی خیال ہے کہ آپ نے موجودہ حالات سے چشم‌پوشی اختیار نہیں کی بلکہ آپ ہماری مشترکہ ہندوستانی زبان کی دونوں صورتوں یعنی اُردو اور ہندی رسم‌الخط کی ترقی میں کوشاں ہیں - میں اِس مبارک تحریک کی تہ دل سے تائید

کرتا ہوں، جس سے ہماری زبان کی مختلف صورتوں میں مطابقت پیدا ہو کر ایک مشترکہ معیار قائم ہو جانے کی اُمید ہو سکتی ہے - میرا خیال ہے کہ اگر ہمیں اِس مقصد میں یہاں کامیابی حاصل ہوگئی، تو اِس کا اثر صوبجات متحدہ کی حدود سے باہر بھی پڑیگا - ایک قسم کی مخلوط ہندوستانی اب بھی ملک کے طول و عرض میں ہندوستانیوں کی مشترکہ زبان ہے - اگر ہم اِسے ہندوستان بھر میں ادبی اور کاروباری اظہار خیال کا ذریعہ بناسکیں، تو اِس سے مختلف مذہب و ملت کے لوگوں کے خیالات، گفتگو اور آئین میں بہت کچھ مطابقت اور یگانگت پیدا ہو جائے گی، اور اِس طرح اُس قومی زندگی کے ارتقا کو بہت کچھ تقویت حاصل ہوگی، جس کی خواہش مادر وطن کے ہر سپوت کے دل میں موجزن ہے -

اکاڈیمی کا صدر مقام اور گورنمنٹ سے تعلق

اکاڈیمی کا صدر مقام صوبجات متحدہ کے پایہ تخت میں قائم کرنے سے اِسے ایک مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی ہے، جو کئی لحاظ سے مفید ہے - اگرچہ اُردو علم ادب کے بڑے بڑے مرکز دہلی، لکھنؤ اور حیدرآباد (دکن) سمجھے جاتے ہیں، لیکن اکثر وجوہ سے الہ آباد کی پر سکون فضا قابل ترجیح ہے - دہلی اب ہندوستان کا سیاسی پایہ تخت ہے، اور اس لیے سیاسی تحریکات کے ہڑبونگ کی جولانگاہ بن رہی ہے - لکھنؤ بےشک ایک دلفریب شہر ہے، اور اُردو علم ادب کی گزشتہ تاریخ کے لحاظ سے الہ آباد کی نسبت قابل ترجیح قرار دیا

جانے کا مدعی ہو سکتا ہے - میں لکھنؤ کی اُردو انجمن کا صدر رہ چکا ہوں، اس لیے یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہیے کہ میں کسی طرح لکھنؤ کے دعاوی کی اہمیت کو نظر انداز کر رہا ہوں - لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ گورنمنٹ سے اکاڈیمی کا تعلق ہونے کے باعث الہ آباد کو اِس کا صدر مقام قرار دینے میں زیادہ سہولت رہے گی - اکاڈیمی کا گورنمنٹ سے تعلق اِس کے استحکام کے لیے بھی مفید ثابت ہوگا، اور اِس سے اکاڈیمی کو وہ تحریک و تقویت حاصل ہوگی، جو ہندوستان کی موجودہ حالت میں صرف حکومت کی نظرِ التفات ہی سے ممکن ہے - لیکن مجھے پوری توقع ہے کہ صوبجات متحدہ کے پانچوں بیت العلوم اور غالباً دیگر بیت العلوم اور اُردو علم ادب سے دلچسپی و ہمدردی رکھنے والی غیر سرکاری انجمنیں بھی اکاڈیمی کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے آپ سے تعاون کریں گی -

یورپ کے ازمنۂ وسطیٰ

آپ کا ارشاد ہے کہ میں تاریخ ہند کے ازمنۂ وسطیٰ پر تقریر کروں - اب دیکھنا یہ ہے کہ اِن ازمنۂ وسطیٰ سے کون سا زمانہ مراد لیں - یورپ کی تاریخ میں اگرچہ ازمنۂ وسطیٰ کا ٹھیک تعین نہیں ہوا، لیکن اِن کا اطلاق کم و بیش مغربی سلطنت روما کی تباہی (سنہ ۴۷۶ع) سے ترکی فتح قسطنطنیہ (سنہ ۱۴۵۳ع) تک کے زمانے پر ہوتا ہے - یہ قریباً ایک ہزار سال کا عرصہ یقیناً یورپ بلکہ کل نوع انسان کی تاریخ کے اِرتقا میں ایک خاص اور اہم مرحلہ کی حیثیت رکھتا ہے -

یہ درمیانی وقفہ یورپ کے قدیم کلاسیکل عہد (یعنی قدیم علم ادب کے مستند زمانے) کو اِس کی تاریخ حاضرہ سے ملاتا ہے - قدیم یونانی اور رومن اقتدار کے زمانے میں جن قوموں اور شہروں کا سکہ رواں تھا، اُن کی سیاسی قیادت کے بتدریج زوال کا زمانہ یہی ہے - اِس زمانے میں یورپ کی مختلف نسلوں کی نئے سرے سے شیرازہ بندی ہوئی، جرمن، گاتھک اور سکنڈے نیوین کے آئین و ادارات سارے یورپ میں پھیل گئے، اور پھر رفتہ رفتہ اُسی کلاسیکل تہذیب کے زیر اثر (جس کی قومیں اب زائل ہو رہی تھیں) اِن نووارد تہذیبوں کی ہیئت تبدیل ہونے لگی - اِس زمانے میں رومن کیتھولک چرچ اور پاپائی نظام کی تنظیم اور پھر سارے یورپ میں اِس کے عام اثر و اقتدار کی بدولت ایک خاص حدتک یکسانیت اور ہم آہنگی پیدا ہوگئی - اِسی زمانے میں فیوڈلزم (Feudalism) کے مخصوص قوانین و رسوم اور معیار عزت و شرافت معرض وجود میں آئے، اور آخرکار یورپ کے مختلف ممالک میں زبردست اور مخصوص قومی سلطنتیں قائم ہو جانے سے مٹ مٹا کر رہ گئے - اِن خصوصیات میں اِس امر کا بھی اضافہ کرلو کہ اِس عہد کی تاریخ ایک دھندلکے میں مستور نظر آتی ہے، اور بخلاف اِس کے قدیم اور موجودہ تواریخ میں لوگوں کی طرز زندگی، خیالات و عادات اور معاشرتی آئین کافی واضح اور نمایاں ہیں -

تاریخ ہند میں ازمنۂ وسطیٰ

کیا ہندوستان کی تاریخ میں بھی کوئی ایسی ہی خصوصیات

ملتی ھیں ، جن کی مدد سے ھم ایک کافی طویل عرصہ معین کر کے اُسے " از منۂ وسطیٰ " کے نام سے موسوم کر سکیں ؟ میں مروجہ درسی کتابوں کی رسمی ترتیب کو جس کے مطابق تاریخ ھند کو قبل بدھ ، بدھ ، ھندو ، مسلم اور برطانوی زمانوں میں تقسیم کیا جاتا ھے ، نہ تو علمی طور پر صحیح مانتا ھوں ، اور نہ علمی نقطۂ نظر سے مفید سمجھتا ھوں - ھم نہیں جانتے کہ بدھ مذھب کا دور دورہ حقیقی معنوں میں کب تک رھا اور نہ اِس امر کی کوئی دلیل موجود ھے کہ اِس عہد میں برھمنی دھرم بالکل مفقود ھو چکا تھا - اِس کے علاوہ لفظ " ھندو " سے بھی کسی زمانے کو نمایاں اور واضح طور پر دوسرے سے متمیز کرنے میں کوئی مدد نہیں ملتی - اِسی طرح مسلم اور برطانوی زمانوں کا تعین بھی دشوار ھے - معقول طریقہ یہ ھے کہ ھم اپنی تاریخ کو تین بڑے بڑے زمانوں میں تقسیم کر لیں ، یعنی قدیم ، وسطی ، اور جدید - عام معنوں میں تاریخ کا آغاز ھونے سے پہلے زمانے کے متعلق بھی ھمارے پاس کافی مسالا موجود ھے ، مگر اُس کی کوئی خاص تاریخیں مقرر نہیں ھو سکتیں - البتہ ھم اِس تمام مسالے کو ایک دور کے تحت میں لا کر اُس کا نام " زمانۂ قبل از تاریخ " رکھ سکتے ھیں - لیکن دقت اُس وقت پیش آتی ھے جب ھم اِن زمانوں کو تاریخ وار مرتب کرنے لگیں - یہ ممکن ھے کہ زمانۂ قبل از تاریخ کا اطلاق گوتم بدھ کی پیدائش تک کے زمانے پر کیا جائے ، اور پھر قدیم تاریخ کا آغاز بدھ مت کی تبلیغ کے زمانے سے سمجھیں - لیکن ھندوستان کے قدیم زمانے کا خاتمہ کہاں

کیا جائے ؟ کیمبرج هستري آف انڈیا میں تو اُسے سن عیسوي کے آغاز تک شمار کیا گیا ہے - مسٹر کے - ڈي - بی کاڈرنگٹن کي تحریر سے مترشح هوتا ہے کہ وہ هندوستان قدیم کا زمانہ گپتا خاندان تک سمجھتے هیں ' اور اُس کے بعد عہد وسطیٰ کا آغاز شمار کرتے هیں - مسٹر سي - وی ویدیا نے اپنی کتاب " هندوستان کا عہد وسطیٰ " میں (جس کی تین جلدیں شائع هو چکی هیں ' اور ایک ابھی باقی ہے هماری تاریخ کے از منۂ وسطیٰ کا آغاز سنہ ۶۰۰ع سے کر کے اُن کو سنہ ۱۲۰۰ع پر ختم کیا ہے - آپ کے یونیورسٹی سکول آف هستری کے مسٹر ایشوری پرشاد اِس هندو وسطیٰ کا آغاز سنہ ۶۴۷ع یعنی مهاراجہ هرش کے انتقال سے کرتے هیں ' اور اِس کا خاتمہ اِنھوں نے مغلوں کی فتح هند کے موقع پر کیا ہے - آگے چل کر معلوم هو گا کہ از منۂ وسطیٰ کی اِس تعریف کے حق میں بہت سے دلائل هیں -

هرش سے پرتھوي راج تک

تاریخ یورپ کی جن خصوصیات کا اُوپر ذکر هو چکا ہے ' اگر اُن کے مقابلے میں کچھ ایسی هی نمایاں خصوصیات هندوستان کی تاریخ میں بھی مل جائیں ' تو همیں ایک خاص دور معین کر کے اُسے اپنے ازمنۂ وسطیٰ کے نام سے موسوم کرنے میں بہت سہولت هو جائے - اگر غیر مہذب قوموں کے وقتاً فوقتاً هندوستان میں وارد هونے پر نظر ڈالی جائے ' تو معلوم هو گا کہ اب سے صرف چند صدی پیشتر تک کوئی

محفوظ رہا ہو - ہمیں معلوم نہیں کہ آرین حملوں سے پہلے ہندوستان پر کون کون سی قومیں حملہ آور ہوئیں؛ لیکن اب اِس امر کا مکمل ثبوت موجود ہے کہ وادی سندھ کو عراق کی قدیم تہذیبوں سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور تھا - خود آرین حملے بھی کافی طویل زمانے پر حاوی ہیں - اِس دوران میں بہت سے آرین قبائل وقتاً فوقتاً ہندوستان میں وارد ہوئے جو ملک کے لسانی ارتقا پر اپنی مہر ثبت کر گئے ہیں - جب ہندی آرین ملک میں آباد ہوئے ' اور ملکی باشندوں سے کچھ خلط ملط ہونے لگے ' اُس کے بعد ایرانی اور یونانی اقوام حملہ آور ہوئیں ' اور پھر اُن کے بعد تورانیوں اور وسط ایشیا کے مخلوط قبائل کے حملوں نے زور پکڑا - یہ سلسلہ سن عیسوی کے آغاز سے چند صدی بعد تک جاری رہا - گپتا خاندان کے عہد اقتدار (سنہ ۳۲۰ ع لغایت سنہ ۴۵۵ ع) کی استوار اور منظم تہذیب اپنے پیشتر اور بعد کی تاخت و تاراج کے صحراے لق و دق میں ایک خوشنما نخلستان معلوم ہوتی ہے - تہذیب و تمدن کے اعتبار سے مہاراجہ ہرش کا زمانہ (سنہ ۶۰۶ع لغایت سنہ ۶۴۷ع) گپتا تہذیب کی ایک آخری جھلک معلوم ہوتا ہے - ہرش کے بعد بہت سے حملے ہوئے ' جن کی تفصیلات ہم پر پورے طور پر روشن نہیں ہیں - لیکن یہ امر بخوبی واضح ہے کہ ہرش کے بعد چار صدیوں تک بہت سی غیر ملکی نسلیں ہندوستان میں آ کر یہاں کے باشندوں سے خلط ملط ہوتی رہیں - اب اِس اختلاط کی رفتار نسبتاً بہت تیز ہو گئی تھی ' اور ہونا - گوجر - جاٹ کے اقتدار کے باعث ' جو راجپوت قبائل کا سر چشمہ تھا '

ہندوستان کے باشندوں کی قبائلی تقسیم نئے سرے سے ہوگئی۔ حقیقت میں ہم اِن چار صدیوں کو "راجپوت عہد" کا نام دے سکتے ہیں - اگر ہم راجپوت اقتدار کا زمانہ پرتھوی راج دہلوی کے انتقال (سنہ ۱۱۹۳ع) پر ختم کریں تو میرے خیال میں دھندلکے کا ایک کافی طویل زمانہ بن جاتا ہے، جسے ہم بجا طور پر از منۂ وسطیٰ کا آغاز قرار دے سکتے ہیں -

پرتھوی راج سے عہد مغلیہ تک

لیکن راجپوت قبائل کی یہ نئی شیرازہ بندی ہندوستان کی آبادی کی کوئی مستقل تقسیم و ترتیب ثابت نہ ہوئی - مسلم حملے، جن کے ساتھ بہت سی نئی نئی نسلیں، نئے نئے تمدنی ادارات، اور قوانین و آئین کا ایک استوار اور واضح سلسلہ ہندوستان میں وارد ہوا، اور ہندوستان کے معاشرتی اور تمدنی حالات کے سمندر کو بلو بلو کر برابر انقلاب پیدا کرتا رہا - اِس سے بھی اہم یہ بات ہے کہ مسلم تمدن ہندو دھرم میں جذب ہو جانے کے بجائے ایک نمایاں اور دائمی رد عمل کا باعث ہوا - قریباً (سنہ ۱۰۰۰ع سے سنہ ۱۳۱۰ تک) مسلم اقتدار اور مسلم تمدن کی لہریں کبھی کم اور کبھی زیادہ زور سے ہندوستان میں متواتر وارد ہوتی رہیں، حتیٰ کہ چودھویں صدی عیسوی کے آغاز میں قریب قریب تمام ہندوستان دکن سمیت مسلم اقتدار کے زیر اثر اور اُس کا بہت بڑا حصہ براہ راست مسلم حکومت کے تحت میں آگیا - لیکن اُس وقت بھی سوسائٹی کی کوئی معاشرتی تنظیم و

لیے کوئی میدان ہی تھا - قریباً سنہ ۱۳۱۰ع اور سنہ ۱۵۲۶ع کے درمیان سلطنت دہلی کے زوال کے باعث بہت سی مقامی ریاستیں معرض وجود میں آگئیں - یہ بھی زیادہ تر مسلم ہی تھیں - اِن کی کوئی مستقل حدود نہ تھیں ' اور کسی ریاست کے لیے بھی کسی خاص سیاسی نظام پر عمل کرنا آسان نہ تھا - سنہ ۱۵۲۶ع میں مغلوں کے وارد ہندوستان ہونے پر فضا میں ایک نمایاں انقلاب رونما ہو گیا - اب اگر سیاسی اقتدار میں نہیں ' تو کم از کم معاشرتی اور سیاسی آئین و ادارات کی روش میں قدرے استحکام ' کسی قدر نظام اور تھوڑا بہت استقلال پیدا ہو گیا تھا -

ہندوستان کے از منۂ وسطیٰ کے تین حصے

اِس لیے میرے خیال میں یہ بہتر ہوگا کہ ہندوستان کے ازمنۂ وسطیٰ کا اطلاق ہرش کے انتقال (یعنی قریباً ساتویں صدی کے وسط) سے سلطنت مغلیہ کے قیام (یعنی قریباً سولھویں صدی کے وسط) تک کے زمانے پر کیا جائے - نو صدیوں کا طویل عرصہ پھر تین نمایاں حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ' یعنی (۱) ہندو سوسائٹی کی نئے سرے سے تنظیم اور شیرازہ بندی کا زمانہ (سنہ ۶۴۷ع لغایت سنہ ۱۰۰۰) (۲) مسلم اقتدار کے بتدریج نفوذ کے زیر اثر ہندوستانی سوسائٹی کی مزید ترتیب و تنظیم کا زمانہ (قریباً سنہ ۱۰۰۰ع لغایت سنہ ۱۳۱۰ع) اور (۳) سلطنت دہلی کا زوال ' جس سے بہت سی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں وجود میں آگئیں ' اور اِس وجہ سے ہندوستان میں من حیث القوم

اتحاد عمل کا فقدان تھا ' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مغل حملہ آور ہندوستان پر قابض ہوگئے (سنہ ۱۳۱۰ع لغایت سنہ ۱۵۲۶) ' چونکہ ہمیں یہ سب کچھ اِس تمہیدی تقریر کے بعد تین لکچروں میں ختم کرنا ہے ' اس لئے بہترین طریق عمل یہ ہوگا کہ ہر دور کے مطالعے کی بنیاد ایسی شہادتوں پر رکھی جائے جو اُس کے آغاز پر روشنی ڈالتی ہوں - ازمنۂ وسطیٰ کی مذکورۂ بالا تقسیم کا ایک اور فائدہ یہ ہوگا کہ یہ تقسیم کسی حد تک یورپ کے ازمنۂ وسطیٰ کی تقسیم سے ملتی جلتی ہے ' اور اس لیے ہندوستان کے ازمنۂ وسطیٰ کے مطالعے کے ساتھ ساتھ دونوں کی تاریخوں کا باہم مقابلہ بھی آسانی سے ہوسکے گا - اگر ازمنۂ وسطیٰ کا یہ تعین درست تسلیم کرلیا جائے تو زمانۂ جدید عہد مغلیہ اور عہد اِنگلشیہ ہر دو پر مشتمل ہوگا ' جن کے درمیانی وقفے میں کوئی نیا انقلاب اچانک ظہور پذیر نہیں ہوا ' بلکہ بتدریج تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے - خود مغل بھی زمانۂ حال کی تحریکات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے ' اور اُن کے دول مغربی کے ساتھ بھی تعلقات تھے - مغلوں کے زمانے میں مشرقی سمندروں میں یورپ والوں کی سرگرمیوں کی توسیع کے باعث غیر ملکی بحری تجارت رفتہ رفتہ ترقی کرتی گئی ' جس سے ہندوستان کی اقتصادی زندگی بیش از بیش موجودہ شکل اختیار کرنے لگی -

———

لکچر دوئم

(ساتویں صدی عیسوی)

پہلا دور

معاشرتی و اقتصادی کوائف

یہ فرض کرلینے کے بعد کہ ہمارے ازمنۂ وسطیٰ ساتویں صدی کے وسط سے شروع ہوکر سولھویں صدی کے وسط میں ختم ہو جاتے ہیں، ہم معاشرتی اور اقتصادی حالات کے مطالعے کے لیے بڑی آسانی سے تین نمایاں عہد منتخب کرسکتے ہیں، جن سے اِس زمانے کے حصوں کا آغاز ہوتا ہے - پہلا عہد جو میں منتخب کروں گا، مہاراجہ ہرش کا زمانہ ہے - اِس میں ہمارے مطالعے کے لیے کافی مواد موجود ہے - اگرچہ اقتصادی کوائف کے لیے پورا مسالا نہیں ملتا، لیکن معاشرتی زندگی کی ہم قریب قریب مکمل تصویر تیار کرسکتے ہیں - مگر معاشرتی اور اقتصادی حالات باہم اِس طرح گھلے ملے ہوتے ہیں کہ اِن میں کوئی نمایاں حد فاصل قائم نہیں کی جاسکتی - اب ہم اِن کوائف پر ایک مختصر سا تبصرہ کریں گے، جو اِس زمانے کے متعلق شہادتوں کا احتیاط اور توجہ سے مطالعہ کرنے پر دستیاب ہوتے ہیں -

اسناد و شواهد

(الف) ڈراما

اِن شہادتوں کو ہم چار گروہوں میں تقسیم کرسکتے ہیں - پہلا گروہ اِس زمانے کے ادب ڈراما پر مشتمل ہے، جس کی نمائندگی کا حق وہ تین ناٹک بوجہ احسن ادا کرتے ہیں، جو خود مہاراجہ ہرش سے منسوب کیے جاتے ہیں، یعنی پریا درشک، رتنا ولی اور ناگ نند - ماہرین کی اکثریت اِن تینوں کو ایک ہی مصنف سے منسوب کرنے کے حق میں ہے - اگر یہ ناٹک حقیقتاً اور کلیتاً مہاراجہ ہرش کی تصنیف نہ بھی ہوں، تو بھی اِس امر میں شک و شبہہ کی گنجائش نظر نہیں آتی کہ یہ تینوں اُن کی سرپرستی میں تیار کیے گئے تھے - ہمارے مقصد کے لیے اِتناہی معلوم کرلینا کافی ہے کہ یہ قریباً کس زمانے میں لکھے گئے - اور چوں کہ اِس معاملے کے متعلق ذرا بھی شک و شبہہ یا اختلاف رائے نہیں ہے اِس لیے ہمیں یہ باور کرنے میں کوئی امر مانع نہیں کہ جن واقعات کا اِن ناٹکوں میں ذکر کیا گیا ہے، وہ ساتویں صدی کی معاشرتی زندگی کا صحیح نقشہ پیش کرتے ہیں - یہ درست ہے کہ اِن ناٹکوں کا حلقۂ نظر بہت محدود ہے - یہ صرف دربار اور درباری اُمرا کی ضیافت طبع کے لیے تیار کیے گئے تھے، اور اِن کے پلاٹ (Plot) شاہی محل کی عاشقانہ سازشوں کے بعض مخصوص پہلوؤں تک محدود ہیں - لیکن اِس کے باوجود بھی جس زمانے میں یہ لکھے گئے

تھے، اُس کی حقیقی زندگی کا اندازہ کرنے کے لیے بہت مفید ہیں -

(ب) بان بھٹ کا منثور قصیدہ اور افسانہ

اسناد کا دوسرا گروہ بان بھٹ کے دو افسانوں پر مشتمل ہے - یہ ہرش کا درباری تھا، اور اپنے زمانے کے اخلاق و آداب کے متعلق نہایت ہی واضح اور کارآمد بیان چھوڑ گیا ہے - اُن میں سے ہرش چرت مہاراجہ ہرش کی ابتدائی زندگی کے حالات و واقعات پر مشتمل ایک منثور مدحیہ افسانہ ہے، جس میں اُن کے خاندان کی ترقی اور اقتدار کا بھی شاعرانہ نثر میں ذکر کیا گیا ہے - دوسری تصنیف کادمبری ہے، جو سنسکرت نثر کی ایک بلندپایہ مثال ہے، اور ہر زمانے میں ہندوستان کے ودوانوں سے خراج تحسین وصول کرتی رہی ہے - اِس میں ایک عجیب و غریب طوطے کی داستان نہایت ہی دل‌فریب پیچیدہ انداز میں بیان کی گئی ہے - حقیقت و واقعیت کی ظاہری فضا میں عشق و محبت، شجاعت اور مافوق‌الفطرت تبدیل ہیئت کی دلچسپ داستانیں (فسانہ در فسانہ) نہایت خوش‌اسلوبی اور کامیابی سے داخل کی گئی ہیں - بان بھٹ نے زندگی کے مختلف مدارج کی تصویر تیار کرتے وقت اُس کے ایک ایک جزو میں نہایت محنت سے رنگ آمیزی کی ہے - زندگی کے نقشے میں باریک رنگ‌آمیزی کے متعلق اُس کا انداز زمانۂ حال کے انگریزی ادب میں کامپٹن میکنزی (Compton Mackenzie) کے ناولوں سے مشابہ ہے - لیکن بان بھٹ کو میکنزی سے وہی نسبت ہے، جو مشرقی

منبت کاری کے اعلیٰ ترین نمونے کو کسی یوروپین زردوز کی نمایاں تر دستکاری سے ہوسکتی ہے - بیان کے رنگین اور مرصع انداز بیان میں مبالغے کو بہت کچھ دخل ہے، لیکن اِس مبالغے کو ترک کردینے پر بھی ہمارے پاس اِس زمانے کی ایک ایسی مکمل تصویر رہ جاتی ہے، جو اِس سے کئی صدی بعد کے زمانہ کے متعلق بھی کہیں دستیاب نہیں ہوتی - اِن ہر دو تصانیف کا نہایت نفیس انگریزی ترجموں میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے، جو کتب شرقیہ کے ترجموں کے سلسلہ مطبوعہ لندن (Oriental Translation Fund Series) میں شامل ہیں- کادمبری کا ترجمہ مس سی- ایم - رڈنگ (Miss C. M. Ridding) نے اور ہرش چرت کا ای-بی- کاول اور ایف - ڈبلیو- ٹامس (E. B. Cowell and F. W. Thomas) صاحبان نے کیا ہے - اگر ہندوستانی اکاڈیمی سنسکرت کتابوں کا اُردو میں ترجمہ کرنے کی خواہش‌مند ہو، تو اِن دونوں ترجموں کی بڑے وثوق سے سفارش کی جا سکتی ہے - اِس امر کا فیصلہ کہ آیا اِن کا اُردو میں ترجمہ ہو بھی سکتا ہے یا نہیں، ہم اُن لوگوں پر چھوڑ دیتے ہیں، جو اِس کٹھن راستے پر گامزن ہونے کی جراُت کریں -

(ج) چینی سیاح

اِس دور کے متعلق معتبر شہادتوں کے تیسرے گروہ میں یوان‌چوانگ (جسے ہیونگ سانگ بھی لکھتے ہیں) کا سفرنامہ اور اُس کی سوانح عمری شامل ہیں، جو چینی زبان میں

وہ ہے ' جو تامس واٹرس (Thomas Watters) نے کیا ہے
(Oriental Translation Fund) - اور اس کی سوانح
عمری کا صرف ایک ہی انگریزی ترجمہ ہے' جو مسٹر ایس-بیل
(S. Beal) نے کیا تھا ' اور اب سے کوئی ایک صدی پہلے شائع
ہوا تھا - یہ ترجمہ صحت کے لحاظ سے کچھ زیادہ اعتبار
کے قابل نہیں - میں نے اپنی چھوٹی سی انگریزی کتاب
"ہندوستان میں تین مسافر" (Three Travellers to India)
میں ہندوستان کے متعلق اِس چینی سیاح کے بیان کا ایک
مختصر سا خاکہ دے رکھا ہے - یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی
میں میٹریکولیشن کے نصاب میں شامل ہے -

(د) کتبے اور فنون لطیفہ

معتبر شہادتوں کا چوتھا گروہ سکوں' کتبوں اور اُس زمانے
کی سنگ تراشی اور نقاشی کے نمونوں پر مشتمل ہے - جہاں
تک ہرش کے زمانے کے سکوں کا تعلق ہے ' ہمارے پاس اِن کے
بہت کم نمونے موجود ہیں - اور یہ امر کچھ حیرت انگیز
نہیں' کیونکہ یوان چوانگ لکھتا ہے' [۱] کہ بندرگاہوں سے
جو اشیا بر آمد ہوتی تھیں ' اُن کی خرید و فروخت کا
ذریعہ تبادلۂ اجناس تھا ' اور اندرونی تجارت میں سونے
چاندی کے سکوں کے علاوہ کوڑیاں اور چھوٹے موتی زیادہ
استعمال کیے جاتے تھے - کتبوں کے ہمارے پاس تین نمونے
موجود ہیں ' جن میں سے دو تامب پتر ہیں (یعنی عطیۂ
زمین کی سندات جو تانبے کی تختیوں پر کندہ ہیں) - اِن

[۱]---یوان چوانگ - جلد ۱ - صفحہ ۱۷۸ -

سے ہمیں مالیہ وصول کرنے کے عام دیہاتی طریق کے متعلق کچھ واقفیت حاصل ہوتی ہے - اِس زمانے کی نقاشی اور سنگ تراشی کے نمونوں کا معاینہ قلمرو نظام کے شمال میں اجنتا ' اور ریاست گوالیار کے جنوب میں دھار سے کوئی پچاس میل مغرب کی جانب باغ کے غاروں میں کیا جا سکتا ہے - اِن ہر دو فنون کی تصاویر کا مجموعہ لنڈن کی اِنڈیا سوسائٹی (India Society) نے شائع کیا ہے ' اور بعض تصاویر کا کوڈرنگٹن صاحب کی انگریزی کتاب " ہندوستان قدیم " (Codrington's Ancient India) میں بھی شامل ہیں -

بادشاہ ' وزیر اور نظام خانہ داری

بان بھٹ کے قصیدے کا ممدوح خود مہاراجہ ہرش ہے ' اور سارے قصیدہ میں اُس کے خلاف اِس کے سوا کوئی بات نہیں ملتی کہ ہم عصر بادشاہوں اور حلیفوں کے ساتھ اُس کا طرز عمل کسی قدر تحکمانہ ہوتا تھا [۱] - اُس کے زبردست اور مضبوط کیرکٹر ' مختلف مذاہب سے رواداری ' بہن سے غایت درجہ کی محبت و عقیدت اور علم ادب ' موسیقی اور فنون لطیفہ سے شغف کی تصدیق چینی سیاح نے بھی کی ہے - ہرش کو ہم حقیقت میں ایک غیر معمولی انسان اور حکمران تصور کر سکتے ہیں ' لیکن ہرش کے ناٹکوں میں عام بادشاہ کی جو تصویر کھینچی گئی ہے ' وہ اِس زمانے کے فرمانرواؤں کے کمزور اور عیاش ہونے پر دلالت کرتی ہے - ایسے عام بادشاہوں کی سلطنت کا شیرازہ اپنے قیام کے لیے وفادار برہمن وزیروں

کے حسن تدبیر کا مرہون منت ہوتا تھا ' لیکن یہ وزیر بھی کوشلیا کے ارتھ شاستر کے سیاسی فلسفے کی لغزشوں سے بالاتر نہ ہوتے تھے - عام طور پر راجہ کی کئی کئی رانیاں ہوتی تھیں ' جو اُس کے انتقال پر اُس کے ساتھ ستی ہو جاتی تھیں [۱] - اُن کے علاوہ اُس کے حرم میں بہت سی کنیزیں بھی داخل ہوتی تھیں - حرم سرا کی حفاظت کبڑے' بونے اور عمررسیدہ آدمی کرتے تھے [۲] - بڑی رانی عموماً زنانے کی نوجوان اور خوبصورت عورتوں سے بےحد حسد کیا کرتی تھی - لیکن جب اُن میں سے کوئی اعلیٰ اور کوئی شریف گھرانے کی ثابت ہو جاتی' تو بڑی رانی راجہ کو اُس سے شادی کرلینے کی رضامندی دے دیتی تھی ' اور اُسے اپنی سوکن سے مساوات کا برتاؤ کرنا پڑتا تھا -

خواتین اور اُن کے اطوار و عادات

اعلیٰ طبقے کی عورتوں میں پردے کا تھوڑا بہت رواج تھا - بعض جگہ رانی کے نقاب کا بھی ذکر آتا ھے [۳] ' اور ڈراما سے یہ بھی معلوم ہوتا ھے کہ جب راجہ نے اپنی رانی کو جادوگر کے کرتب دیکھنے کے لیے بلایا تو پہلے سب لوگوں کو کمرے سے باہر چلے جانے کا حکم دیدیا [۴] - رانی کی ایک رفیقہ کا

---

[۱]—پریا درشک - صفحہ ۱۷ -

[۲]—ایضاً - صفحہ ۷۵ -

اس زمانے میں ہیجڑے ضرور پائے جاتے ہونگے کیونکہ اس سے پیشتر منو اور مہا بھارت میں بھی ان کا ذکر آتا ھے -

[۳]—رتناولی - ایکٹ ۳ - ناگ نند - ایکٹ ۴ -

[۴]—ایضاً - ایکٹ ۴ -

ذکر بھی "علامہ خاتون" کی حیثیت میں آتا ھے ' جو کسی اعلی طبقے کي عمر رسیدہ عورت تھي ' اور شاھي خاندان کے دل بہلانے کے لیے چھوتے چھوتے ناتک یا ایک آدھ نظارہ (سین) تصنیف کر کے اُنھیں دکھانے کا اھتمام کیا کرتي تھي [۱] - اُونچے گھرانوں کي دوشیزہ لرکیوں کو موسیقي ' رقص اور سازندگي کے ھنر سکھائے جاتے تھے -

برھمن مسخرہ

شاھي عشق و محبت کي ریشہ دوانیوں کے سلسلے کا دار و مدار عموماً ودوشک یعني مسخرے کي عنایت پر ھوا کرتا تھا - یہ مسخرہ اگرچہ ذات کا برھمن ھوتا تھا ' لیکن ناتک میں اُسے قابل نفرت شخصیت بناکر پیش کیا جاتا تھا - یہ حرص و آز کا بندہ تھا ' اور معمولي غلام بھي اِس کا مضحکہ اُراتے تھے [۲] - ایک ناتک میں برھمن ودوشک کو ایک غلام بری طرح گھسیتتا ھے ' اُس کا مقدس زنار توڑ دیتا ھے ' اور نہایت دریدہ دھنی سے برھمن دیوتا کو "بھورا بندر" کہکر مخاطب کرتا ھے - بان خود برھمن تھا ' لیکن اُس کے قلم سے بھي ایک جگہ "چڑچڑے اور لڑاکے برھمن" کے الفاظ موجود ھیں [۳] - نظارہ یہ تھا کہ یہ برھمن راجہ کي سواری کو گزرتے دیکھنے کے لیے درختوں پر چڑھ بیتھے تھے ' اور نیچے کھڑے عصا بردار اُنھیں اپنے ڈنڈوں سے بےطرح کچوکے دے رھے تھے -

---

[۱]—پریا درشک - صفحہ ۴۷ -

[۲]—ناگ نند - صفحہ ۴۳ -

[۳]—ھرش چرت - صفحہ ۲۰۹ -

ایوان شاہی

راجہ کی عادات

شاہی ایوان کی دیواریں سفید ریشمی پردے لٹکا کر آراستہ کی جاتی تھیں - فرش پر صندل کے عرق کا چھڑکاؤ کیا جاتا تھا ' کیوڑے کی خوشبو استعمال ہوتی تھی ' جس میں کثرت سے اعلیٰ درجے کا مشک ملا ہوتا تھا - کمرے میں ایک حجرہ سا بنا کر اُس میں سفید پلنگ اور جڑاؤ پائیدان رکھا ہوتا تھا ' یہاں راجہ صاحب ورزش اور دوپہر کے اشنان کے بعد آرام فرماتے تھے - اُس وقت ایک دوشیزہ اپنی "تازہ کنول کی پتی ایسی ہتھیلی" سے آہستہ آہستہ اُن کے پاؤں سہلایا کرتی تھی - وہ دوسرے ملکوں کے راجاؤں اور وزیروں سے یہیں ملاقات کیا کرتے تھے ' اور اُن دوستوں کو بھی یہیں شرف باریابی نصیب ہوتا تھا ' جو اپنے رتبے کے لحاظ سے مقابلتاً تنہائی میں ملاقات کرنے کے مستحق تھے [۱] - ایوان کے بعض کمروں کی دیواریں نقش و نگار سے آراستہ ہوتی تھیں - اِن کمروں کو چترشالا کہتے تھے [۲] - ہر باکمال فرمانروا عموماً سحر و ساحری کے فنون سے واقف اور زہروں کے تریاق کا ماہر ہوتا تھا [۳] - لیکن راعی اور رعایا کے تعلقات سے قومی جذبات کی نشو و نما لازمی نہ ہوتی تھی ' حتیٰ کہ کسی بیرونی دشمن کے حملے کے آغاز ہی میں زمیندار لوگ مقابلہ کرنے کے بجائے کچھ عرصے کے لیے اُس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا

---

[۱]—کادمبری - صفحہ ۱۵ -

[۲]—پریا درشک - صفحہ ۵۵ -

[۳]—ایضاً - ایکٹ ۴ -

کرتے تھے - اگر راجہ کی طبیعت کا رجحان بدھ مت کے عقاید کے جانب ہوتا ' تو وہ شستر باندھ کر اپنی رعایا کی حفاظت کے اُس فرض سے غافل ہو جاتا تھا ' جو ایک کشتری کی حیثیت میں اُس پر عاید ہوتا تھا - اُس پر یہی خیال مسلط رهتا تھا کہ سلطنت کے لیے لاکھوں انسانوں کا خون بہانا مہا پاپ ہے [۱] -

شہر اُجین

اب ہم ہرش کے دارالحکومت اُجین کی اُس تصویر کو لیتے ہیں ' جو بان نے الفاظ میں کھینچی ہے - اُجین ایک با رونق اور خرش و خرم شہر تھا ' جو اپنی مرکزی حیثیت کی وجہ سے جنوبی اور مغربی ہندوستان کی دولت پر حاوی تھا - اُس کے گرد ایک گہری خندق تھی ' اور حفاظت کے لیے مضبوط فصیل بنی ہوئی تھی' جو چونا مٹی سے سفید نظر آتی تھی - متعدد مقامات پر نیلے آسمان پر باتیں کرتے ہوئے اونچے برجوں کا تصور بھی بان کے بیان سے بندھ سکتا ہے - بازار تجارتی مال سے بھرے ہوئے تھے - موتی ' مرجان اور زمرد کی خرید و فروخت عام تھی - شہر کی تصویرگاہوں کی دیواریں دلفریب نظاروں کے نقش و نگار سے مزین تھیں - اِن تصویروں کے نفس مضمون کا اندازہ اُن تصاویر سے بخوبی کیا جاسکتا ہے جو اجنتا اور باغ کے غاروں میں اب تک موجود ہیں - دیواروں پر تصویریں دو قسم کی بنائی جاتی تھیں- ایک وہ جن میں پانی کے رنگ تیل کے بغیر پلستر

---

[۱]---ناگ نند - ایکٹ ۳ =

سوکھنے سے پہلے بھرے جاتے تھے ' اور جن کو اطالوی زبان میں
فریسکو (Fresco) کہتے ہیں - دوسری وہ جو رنگوں کے ساتھ
تیل کے بجاے کوئی اور مرغن شے مثلاً انڈے کی زردی ملاکر
پلستر پر لگائی جاتی تھیں - اِس ترکیب کو اطالوی میں تیمپرا
(Tempera) کہتے ہیں - مضامین اور نظارے دیوتاؤں ' راکشسوں '
ناگوں اور دوسری پرانک ہستیوں کے ہوتے تھے ' مگر روز مرہ
زندگی کے نقوش خال خال ہی نظر آتے تھے - ہرش کے زمانے
میں زیادہ تر شیو جی کی پوجا ہوتی تھی ' جنھیں اُس زمانے
کے ناٹکوں اور افسانوں میں نمایاں حیثیت حاصل ہے -
چوراہوں پر مندر تھے ' جن پر سفید جھنڈے لہراتے نظر آتے
تھے - عشق کے دیوتا کامدیو کی بھی پرستش ہوتی تھی - اُس
کے جھنڈے پر مچھلی کی تصویر بنائی جاتی تھی - بہار اور
خزاں کے موسم میں لوگوں کے خاص تہوار منانے کا بھی ذکر
ناٹکوں میں آتا ہے - اِن تہواروں میں عوام کافی آزادی سے کام
لیتے تھے ' اور خوب شور و شغب ہوتا تھا ' جو موجودہ زمانے
میں ہولی کے تہوار سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے - گھنٹوں کی
خوشگوار ٹن ٹن سنائی دیا کرتی تھی اور خاص خاص اطلاعات
مثلاً راجہ صاحب کی تشریف آوری اور مراجعت کا اعلان
ناقوس کی صدا سے کیا جاتا تھا - مقدس کتابوں کے منتروں
کے جاپ کی پیاری اور سریلی آواز اکثر کانوں میں پہونچتی
تھی - بہت سے باغ باغیچے تھے ' جو ہر وقت چرس یا ڈول سے
سیراب ہوتے رہتے تھے - کوؤں پر پختہ تھڑے موجود تھے ' اور
غالباً تہ خانے بھی ہوتے تھے - اِن تہ خانوں میں جانے کے لیے
زینے ہوتے تھے ' جیسے آج کل باؤلیوں میں پائے جاتے ہیں -

اِرد گرد مفصلات میں گھنے درختوں کے تاریک جھنڈ تھے ۔ دریائے سپرا جو چنبل کا ایک معاون ہے، شہر کے پاس سے ہو کر بہتا تھا، اور گرد و نواح کی سر زمین میں کنول کے پھولوں سے ڈھکی ہوئی بہت سی جھیلیں بہار دکھاتی تھیں [۱]۔

لوگوں کی طرز زندگی

اُجین کے باشندے، جیسا کہ اِس دولتمند شہر کے لوگوں کو ہونا چاہیے تھا، نہایت زندہ دل اور خوش باش تھے ۔ اُنہیں اپنے تعمیرات عامہ کے نمونوں پر بڑا ناز تھا، جو کوؤں، پلوں، مندروں اور تفرج گاہوں پر مشتمل تھے ۔ شاہراہوں پر مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے چھپر بنے ہوئے تھے ۔ دھارمک ودیارتھیوں کے لیے دارالاقامۃ اور عوام کے لیے جلسہ گاہیں تعمیر کر رکھی تھیں ۔ اُجین والوں کے لیے سمندر کے بہترین خزانے شہر کی جانب کھنچے چلے آتے تھے ۔ بان بھٹ کے عجیب و غریب الفاظ میں یہ لوگ "اگر چہ بہادر تھے لیکن بےحد خلیق، زبان کے میٹھے تھے لیکن راستگوئی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے، حسین و جمیل تھے، لیکن گناہ کی آلایش سے پاک، مہمان نواز تھے لیکن مہمانوں سے تحفہ تحائف کی خواہش نہ رکھتے تھے، اگرچہ دولت اور محبت کے پجاری تھے، لیکن حد درجہ "انصاف پسند"۔ اُنہیں فنون لطیفہ سے از حد شغف تھا ۔ اُن کی گفتگو لطائف و ظرائف سے پر ہوتی تھی ۔ پوشاک شاندار اور بے عیب پہنتے تھے ۔ اُنہیں غیر ملکی زبانوں میں دسترس حاصل تھی، اور فسانوں،

[۱]—کادمبری - صفحہ ۲۱ ۔

پوتر اِتہاس اور پرانوں کی کتھا کے شوقین تھے - مگر اِس کے ساتھ ہی جواری بھی پکے تھے [۱] - مینا اور طوطے بڑے شوق سے پالتے تھے - ہودج سے سجے ہوئے یا بلا عماری ہاتھی کثرت سے پائے جاتے تھے ' اور گھوڑے بھی ہر جگہ نظر آتے تھے - بان کی اِس لفظی تصویر کی تصدیق اُن تصویروں سے بھی ہوتی ہے ' جو غاروں میں موجود ہیں -

دیہات ' جنگل ' آشرم اور چنڈالوں کی فرود گاہیں

ملک کی آبادی گنجان نہ تھی - اِس امر کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ سڑکوں وغیرہ کا کوئی قابل تعریف انتظام موجود تھا - بہت سا رقبہ جنگلوں سے پٹا پڑا تھا ' جن میں ہاتھیوں کی کثرت تھی - سیکڑوں شیر ببر دھاڑتے پھرا کرتے تھے - جنگلوں میں سنیاسیوں کے آشرم اور پشچا تاپ کے لیے تپوبن تھے - ایسے مقاموں پر شکار کے دوران میں اکثر راجہ مہاراجہ اُترا کرتے تھے - سنیاسیوں کے آشرم صنف نازک کے اثر سے خالی نہ تھے - ناٹکوں میں راجاؤں کی اکثر عاشقانہ ریشہ دوانیوں کا مرکز کوئی اعلیٰ گھرانے کی دو شیزہ ہوتی ہے ' جس نے کسی سنیاسی مہاتما کی دھرم پتری کی حیثیت میں اپنی ہی صنف کی بہت سی سہیلیوں میں پرورش پائی ہوتی ہے -

بان نے ایک بڑی عجیب وحشی آبادی کا ذکر کیا ہے - یہ چنڈالوں کی ایک فرود گاہ تھی ' جسے بان بھٹ نے دنیا بھر کی بد عنوانیوں کا گہوارہ لکھا ہے - چنڈالوں کے لڑکے شکار کھیلنے ' کتوں کی ڈوریاں کھینچنے اور چھوڑنے ' باز سدھانے '

[۱]— کادمبری - صفحہ ۲۱۱ و ۲۱۲ -

جال کی مرمت کرنے ، ہتھیار سجانے اور مچھلیاں پکڑنے میں مصروف نظر آتے ہیں - اُن کے جھونپڑے بانس کے گھنے جنگلوں میں پوشیدہ ہوتے تھے - احاطوں کی حدود کھوپریوں کے خرمنوں سے بنی ہوتی تھیں - راستوں میں جو کوڑا کرکٹ کے ڈھیر ہوتے تھے ، اُن میں ہڈیاں کثرت سے پائی جاتی تھیں - جھونپڑے کے صحن میں خون ، چربی اور گوشت کے لوتھڑوں کی کیچڑ سی ہوتی تھی - اُن کا ملبوس بھدے سے جنگلی ریشم کا ہوتا تھا ، اور بستر کی جگہ یہ لوگ خشک کھالیں استعمال کرتے تھے - اُن کے گھروں میں سنتری کا کام کتوں سے لیا جاتا تھا ، اور یہ لوگ گایوں پر سوار ہوتے تھے - اِس وحشت انگیز لفظی تصویر کا لب لباب بان نے اِس مختصر مگر پر معنی فقرے میں ادا کر دیا ہے کہ " یہ جگہ تمام جہنموں کا نقشہ تھی [۱] " - شاید یہ لوگ اُن جرائم پیشہ قبائل کے آبا و اجداد تھے ، جن کی فروگاہیں آج کل بھی ہندوستان میں پائی جاتی ہیں - البتہ اُن لوگوں پر آج کل کی سی پابندیاں عاید نہ تھیں ، اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقابلتاً خوش حال اور فارغ البال تھے - یا شاید وہ اُن قبائل کے نمائندے ہوں ، جن کا بہت بڑا حصہ رفتہ رفتہ عام آبادی میں گھل مل چکا ہو -

شوجی کا اُپاسک

ہرش چرت میں ایک شیو تپسوی کی شکل و صورت اور لباس کا مفصل بیان موجود ہے ، جس کا مطالعہ

---

[۱] — کادمبری - صفحہ ۲۰۳ ۔

ہمارے لیے ڈر آمد ہوگا - اِس کے ساتھ جوگیوں کا ایک جمگھٹ تھا - وہ صبح سویرے اُٹھ کر اشنان کرتا ، آٹھوں مقررہ طریقوں پر پھولوں کی بھینٹ چڑھاتا اور ہون کا اہتمام کرتا تھا - زمین پر گائے کے تازہ گوبر کا چوکا دیا جاتا تھا - تپسوی شیر کی کھال کے آسن پر بیٹھتا تھا ، جس کے گردا گرد بھبوت کی ایک لکیر مینڈ ایسی بنی ہوتی تھی - تن ڈھانکنے اور سردی سے بچنے کے لیے وہ ایک سیاہ اُونی چولا استعمال کرتا تھا - اپنے بالوں کو اُوپر کی جانب اِکٹھے کر کے گرہ دے لیتا تھا ، اور اُس کی جٹاؤں سے مالا کے ڈول ڈول منکے لٹکتے نظر آتے تھے - عمر پچپن سال کے قریب ہو گی - سر کے کچھ بال سفید ہو گئے تھے ، اور چندیا کہیں کہیں سے گنجی نظر آتی تھی - کان بالوں سے ڈھک رہے تھے - مستک چوڑا تھا ، اور اِس پر بھبوت کا تلک لگا رکھا تھا - کبھی کبھی وہ تیوری چڑھا لیتا تھا - اُس کی لمبی لمبی آنکھیں زردی مائل تھیں ، اور اُن کے گوشوں میں لال لال ڈورے دکھائی دیتے تھے - اُس کی ناک کا سرا گرز پنکھی کی چونچ کی طرح مڑا ہوا تھا - دانت گرنے شروع ہو گئے تھے - لیکن جو باقی تھے ، وہ " شو مہاراج کی کلغی کی مانند سفید تھے ، وہ شو مہاراج جو ہر وقت اُس کے دل کے سنگھاسن پر براجمان رہتے تھے " - اُس کا ہونٹ ذرا نیچے کو لٹکا ہوا تھا - لمبے لمبے کانوں میں بلوری مندرا شوبھا دے رہی تھیں - ایک بازو میں لوہے کا کنگن پہن رکھا تھا ، اور جڑی بوٹیوں سے مرکب ایک تعویذ بندھا ہوا تھا - دائیں ہاتھ سے مالا جپتا رہتا تھا - اُس کے سینے پر لٹکتی ہوئی لمبی داڑھی گویا ایک جھاڑو تھی ، جو سینے کو خواہشات

کے گرد و غبار سے پاک و صاف کر رہی تھی "۔ لنگوٹ پوتر کتان کا بنا ہوا سفید تھا۔ اُس کے پاؤں کے تلوے ملائم اور سرخ تھے، اور وہ ہر وقت کھڑاؤں پہنے رہتا تھا، جو بالکل سفید اور پانی سے دھلی ہوتی تھیں۔ اُس کے پاس بانس کا ایک ڈنڈا تھا، جس کے سرے پر لوہے کا سوا لگا ہوا تھا۔ بات چیت بہت کم اور آہستہ آہستہ کرتا تھا، اور ساتھ ہی مسکراتا جاتا تھا۔ اُس کے متین اور فرسودہ چہرے پر رحم دلی اور دانائی کی جھلک نظر آتی تھی۔ اُس کی فیاض صورت سے صداقت و پاکیزگی، صبر و استقلال اور روحانی مسرت ٹپکتی تھی۔ بان بھٹ کے الفاظ میں " یہ ہے مہاتما بھیرو چاریہ کی تصویر " جو سچ مچ شو جی کا اوتار تھے [۱]۔

اِس قسم کی بہت سی لفظی تصویریں موجود ہیں، لیکن ہم صرف دو اور تصویروں کے سرسری معاینے پر اکتفا کریں گے۔ ایک تو یہ کہ راجہ کے گھر میں فرزند تولد ہونے پر کس طرح جشن منایا جاتا تھا، اور دوسرے وندھیاچل میں ایک دوردست گاؤں کا جو نقشہ بان نے کھینچا ہے، اُس پر سرسری نظر ڈالیں گے۔

راجکمار کی تولید پر جشن تہنیت

جب راجہ کے یہاں فرزند نرینہ پیدا ہوتا تو یہ مژدۂ جاں فزا شہر کے تمام لوگوں تک پہنچادیا جاتا، اور وہ دل کھول کر خوشیاں مناتے تھے۔ اُس وقت بے جان چیزوں میں بھی مسرت و انبساط کی ایک لہر دوڑتی نظر آتی تھی۔

---

[۱]—ہرش چرت۔ صفحہ ۲۶۳ و ۲۶۴۔

اُسی وقت نوسنگھوں میں سے کسی کے بجائے بغیر بلند اور سریلی آواز خود بخود نکلنے لگتی تھی' ڈھول اور مردنگ آپ سے آپ زور زور سے بجنے لگتے تھے' گویا بے کہے سنے خود اپنی رضا و رغبت سے خوشیاں منانے لگتے تھے - گھوڑے اپنے ایال ہلا ہلا کر جوش مسرت سے ہنہناتے تھے - ہاتھی اپنے سونڈ اوپر اُٹھاکر اِس جشن عام میں حصہ لیتے تھے - ہولی کی طرح آگ کے شعلے آسمان کی طرف بلند نظر آتے تھے - برہمن دیوتا سفید لباس پہنے' وید منتروں کا جاپ کرتے ننھے راجکمار کو اشیر باد دیتے آتے تھے - خاندان کے بڑے بوڑھے جلد جلد شاہی محل میں جمع ہونے لگتے - اِس تقریب سعید پر بہت سے قیدی آزاد کیے جاتے' اور وہ اپنی لمبی لمبی گرد آلودہ ڈاڑھیاں ہلاتے اُچھلتے کودتے ہجوم میں جا شامل ہوتے - مسرت و شادمانی کے اِس جوش و خروش میں شاہی محل کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا - خلقت کا ہجوم عصابرداروں کی ذرا بھی پروا نہ کرتا - لوگ رنواس تک جا پہنچتے تھے - اُس وقت آقا اور غلام ایک ہی سطح پر نظر آتے' بچے بوڑھے کی کوئی تمیز نہ رہتی' عالم اور جاہل دوش بدوش دکھائی دیتے' باہوش اور بدمست میں کوئی فرق نہ رہتا' امیر زادیاں اور عام کوچہ گرد عورتیں ایک ہی انداز میں قہقہے لگاتی دکھائی دیتیں - غرض شہر کا شہر دنیا و مافیہا سے بے خبر رنگ رلیاں مناتا نظر آتا تھا - ہمسایہ راجاؤں کی رانیاں ہزاروں کی تعداد میں اپنے پیچھے خادموں اور ماماؤں کے سروں پر بے شمار تحفے لدائے شاہی محل کی طرف آتی دکھائی دیتی تھیں - شراب خانوں سے بادۂ گلرنگ کے فوارے چھوٹتے

لگتے تھے، اور لوگوں کا بے مہار ہجوم بے جھجک بیہودہ چھیڑ چھاڑ کرتا اور بے روک ٹوک اُودھم مچاتا پھرتا تھا - سب لوگ ایسے بیہوش و بے خود ہو جاتے تھے، جیسے پاگلوں کا تہوار منایا جا رہا ہو، کیونکہ یہ راجکمار کی تولید سعید کا دن تھا[۱]

کوہ وندھیاچل میں ایک گاؤں

کوہ وندھیاچل کے جنگلی گاؤں کے گرد دور دور تک جنگل پھیلے ہوئے تھے - یہاں بڑ کے دیوسار درخت نظر آتے تھے، جن کے گرد خشک شاخوں سے گایوں کے لیے باڑے بنا رکھے تھے - شیر اکثر چھوٹے موٹے بچھڑوں پر حملہ کر کے اُنھیں مار ڈالا کرتا تھا، اِس موذی کو پھانسنے کے لیے جھلائے ہوئے کسانوں نے پھندے لگا رکھے تھے - جنگلوں میں کہیں کہیں دھانوں کے کھیت، کھلیان، اور فصلیں نظر آتی تھیں - کاشت بہت کم ہوتی تھی، اور زیادہ تر کھیتوں کو پھاوڑے سے کھود کر بیج بویا جاتا تھا - کھیتوں میں اُونچے اُونچے مچان بنا رکھے تھے، جہاں سے لوگ فصل کی حفاظت کرتے تھے، اور جنگلی جانوروں کو آتے دیکھ کر ڈرا دھمکا کے بھگا سکتے تھے - سڑک پر کے درختوں سے چھوٹی چھوٹی منڈھیاں بنائی ہوئی تھیں - اُن میں لکڑی کی تپائیوں پر پانی کے برتن رکھے ہوئے تھے - یہاں سورج کی تپش سے بڑا آرام ملتا تھا - کہیں کہیں لوہاروں نے کوئلہ تیار کرنے کے لیے بھٹیاں بنا رکھیں تھیں، جن میں لکڑی کے انبار جل رہے تھے - گاؤں کے لوگ بڑے بڑے کلہاڑے کندھوں پر رکھے اور کھانے کے برتن لئے

---

[۱] ــــ ہرش چرت - صفحہ ۱۱ لغایت ۱۱۳ -

سے لٹکائے ایندھن جمع کرنے آیا کرتے تھے - کبھی اُن کے آگے
قوی ہیکل بیلوں کی جوڑیاں بھی ہوتی تھیں - شکاری اور
چڑیمار ہاتھوں میں جال اور پنجرے لیے اپنے شغل کی دھن
میں پھرا کرتے تھے - لوگ ہر قسم کی جنگلی پیدا وار مثلاً
شہد ' مور کی دم کے پر اور موم وغیرہ جمع کر کے گاؤں میں
لے آتے تھے - عورتیں جنگلی پھلوں کے ٹوکرے سروں پر دھرے
چلی آتی تھیں - گنوں کے احاطے بھی تھے' جن کی پرداخت
بڑی احتیاط سے کی گئی تھی' اور اِرد گرد باڑ لگا رکھی تھی -
اِدھر اُدھر جہاں دیکھو کالے ہرن چوکڑیاں بھرتے نظر آتے
تھے - گاؤں والوں کی جھونپڑیاں بانس اور کانٹے دار جھاڑیوں
کے درمیان ایک دوسرے سے دور' دور تک پھیلی ہوئی تھیں -
زمین میں کھونٹے گاڑ کر چھوٹے بچھڑوں کو اُن سے باندھ
رکھا تھا - مرغوں کی اذان سے بکھرے ہوئے گھروں کے محل
وقوع کا پتا چلتا تھا - دیواریں بانس کے پتوں' شاخوں اور
گھانس پھونس سے بنی ہوئی تھیں - اِن میں کہیں کہیں
رنگ کے چھینٹے بھی نظر آجاتے تھے - لوگوں نے چھوٹے چھوٹے
جانور مثلاً جنگلی بلیاں ' سدھائے ہوئے سانپ اور نیولے
بڑی محبت سے پال رکھے تھے - اِس سے اندازہ ہوسکتا ہے
کہ اِن دیہات کی طرز زندگی اور جنگلی زندگی میں کس
قدر یگانگت تھی [۱] -

نسلیں اور لباس

ادبی نقاش کے قلم سے نکلے ہوئے اِس مرصع بیان کو

---

[۱]—ہرش چرت - صفحہ ۲۲۵ لغایت ۲۲۶ -

چھوڑ کر ہم اُن اقتصادی کوائف کا مطالعہ کریں گے، جو چینی سیاح کے سفرنامے میں سے مقابلتاً سادہ عبارت میں اخذ کیے جاسکتے ہیں ۔ لیکن اِس سے پہلے چند ایسے امور کی طرف توجہ کرنا مفید ثابت ہوگا، جو اُس زمانے کی سنگ تراشی اور نقاشی سے واضح ہوتے ہیں - اجنتا کے غار[۱] میں (جس کی تاریخ چھٹی سے ساتویں صدی عیسوی تک شمار کر سکتے ہیں) کھدائی کا نہایت دلکش کام موجود ہے، جو ستونوں کے بالائی حصوں کی تختیوں پر کیا ہوا ہے - یہ کام اِس قدر بلندی پر ہے کہ اِس کی شکلوں پر عام سیاحوں کی نظر بہت کم پڑتی ہے - نسوانی شکلوں کے خط و خال اور قد و قامت قریب قریب یونانی ہیں - بعض دوسرے غاروں میں اکثر چہروں کی شکل و شباہت اور سر کا لباس ایرانی بھی ہے - کیا یہ کام یونانی یا ایرانی نمونوں کے مطابق تیار کیا گیا تھا ؟ مہاتما بدھ یا بودھی ستو اور ہاتھ میں پھول لیے ہوے اندر دیوتا کی تصویروں کے ہلکے اور نفیس [۲] خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں مصوری کا فن نفاست کے اعتبار سے کس عروج پر پہنچ چکا تھا - ایک تصویر میں سیاہ گھنگریالے بالوں والا راجکمار اشنان کرتا دکھایا گیا ہے [۳] - وہ ایک چوکی پر بیٹھا ہے، اور خادم اُس پر برتنوں میں سے پانی ڈال رہے ہیں - اِس تصویر سے بان بھٹ کی لفظی تصویر کی خوب تشریح

---

[۱]— کاڈرنگٹن - تصویر ۳۵ -

[۲]— اجنتا - تصویر ۱۱ -

[۳]— اجنتا - تصویر ۱۲ -

ہوتی ہے - باغ کے غاروں میں گویا عورتوں کے دو گروہوں کی تصویریں ہیں [۱] ' جو ترکیب تصویر پر انتہائی قدرت ' ہاتھوں اور چہرے کے نہایت نفیس اور دلکش نقوش اور بحیثیت مجموعی ہو بہو تصویر أتارنے کے فن کے اعلیٰ معیار پر دلالت کرتی ہیں - یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ چہروں کی رنگت ایک دوسرے سے مختلف ہے - گورے چٹے سے لیکر کالے بھجنگ تک ہر رنگ کے چہروں کی تصویریں موجود ہیں - اِسی طرح خط و خال اور سر کے لباس میں ' اختلاف ہے - تصویروں میں جو کپڑے پہنا رکھے ہیں ' اُن میں بھی کمی بیشی پائی جاتی ہے - قریبا عریاں سے لیکر اُن پورے ملبوس میں بنی ہوئی تصویروں تک موجود ہیں ' جو اِن دونوں گروہوں کے مرکزوں میں نظر آتی ہیں - معلوم ہوتا ہے ' اُس وقت تک ہندوستان کی آبادی میں نسلی اختلاط نے ابھی مستقل صورت اختیار نہ کی تھی - علم ادب اور روایات کی صورت میں جو شہادت دستیاب ہوتی ہے ' اُس سے بھی ہم یہی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں -

انواع حقیقت آراضی

جن اقتصادی کوائف کا ضمناً ذکر ہو چکا ہے ' اُن کے علاوہ بعض مزید حالات مختصراً بیان کیے جاسکتے ہیں - مادھوبن (ضلع اعظم گڑھ) کے عطیے کا جو پتہ تانبے کی تختی پر کندہ ہے [۲] ' اُس سے پانچ قسم کے محاصل کا پتا

[۱]—باغ - تصویر درہ - [۲]—ایپگرافیا انڈیکا جلد ۷ صفحہ ۱۲۹ -

چلتا ہے ' جو دیہات میں زمین کے قابضوں کو ادا کرنے پڑتے تھے ' یعنی (۱) تلامایا ' (۲) پیداوار کا ایک مقررہ حصہ ' (۳) نقد رقم ' (۴) ذاتی خدمات ' اور (۵) دیگر محاصل - تلامایا سے کیا مراد ہے ؟ غالباً یہ تلائی سے ملتی جلتی کوئی رسم ہوگی ' جو آج تک پرانی روش کی دیہاتی منڈیوں میں رائج ہے - ہمارے لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ پیداوار کا حصہ ' نقد روپیہ اور ذاتی خدمات تینوں کی تینوں ہر قابض آراضی کو بہ یک وقت ادا کرنی پڑتی تھیں یا مختلف قسم کی زمینوں سے قسم‌وار تینوں میں سے کوئی چیز وصول کی جاتی تھی - اغلب یہی ہے کہ کسی خاص حقیت آراضی پر اُن میں سے کوئی نہ کوئی قابل ادا ہوگی ' لیکن ساتھ ہی گاؤں میں یا بحیثیت مجموعی تمام دیہات میں سب کی سب مروج ہونگی - دیگر " محاصل " کی وسیع اِصطلاح میں ممکن ہے وہ مختلف قسم کی رقوم ابواب یا سوائی بھی شامل ہوں ' جو آج تک دیہات میں وصول کی جاتی ہیں -

دیگر محاصل حکومت

یوان چوانگ لکھتا ہے کہ ہندوستان پر محاصل کا بوجھ چین کی نسبت ہلکا تھا ' اور حکومت بھی سخت اور جابر نہ تھی - لیکن پھر بھی وہ اپنے وطن کو ہندوستان سے بدلنے پر راضی نہ تھا - ہندوستان میں خاندانوں کا اِندراج رجسٹروں میں نہ ہوتا تھا ' اور لوگوں کو جبری مزدوری یا بیگار بھی نہیں کرنی پڑتی تھی - ظاہر ہے کہ

اُس نے کلی یا جزوی ذاتی خدمات متعلقۂ اراضی کو جبری مزدوری میں شامل نہیں کیا - شاہی مقبوضات چار حصوں میں منقسم ہوتے تھے، ایک حکومت کے معمولی اخراجات اور حکومت کی طرف سے جو پوجا پاٹ کا اہتمام ہوتا تھا اُس کے لیے، ایک اعلیٰ سرکاری عہدہ داروں کی جاگیروں کے لیے، ایک اعلیٰ دماغی قابلیت پر انعام و اکرام کے لیے، اور ایک مختلف مذہبی فرقوں کو تحفہ تحائف دینے کے لیے - شاہی کاشتکاروں سے پیداوار کا چھٹا حصہ لگان کے طور پر لیا جاتا تھا - آراضی کے عطیات کا بہت رواج تھا، اور سرکاری عہدہ داروں کو تنخواہ کے بجائے عموماً جاگیریں دی جاتی تھیں [۱] -

پیداوار : اطوار اور رسوم

چنگی کا محصول رائج تھا اور معابر پر سے تجارتی مال گزارتے وقت بھی خفیف سا محصول ادا کرنا پڑتا تھا - کھیتوں میں دھان اور گیہوں کثرت سے پیدا ہوتے تھے - اِن کے علاوہ سرسوں، خربوزہ اور کدو کی کاشت بھی ہوتی تھی - لوگوں کی عام خوراک دودھ، گھی، شکر، چپاتی اور بھنے ہوئے اناج پر مشتمل تھی، اور سرسوں کا تیل بھی استعمال کیا جاتا تھا - مچھلی، بھیڑ اور ہرن کا گوشت بھی لذیذ کھانوں کے طور پر استعمال ہوتا تھا - پینے کے لیے مختلف ذاتوں کے لیے مختلف اشیا مخصوص تھیں، جن میں سے ویش لوگ ایک تیز اور مقطر منشی عرق پیتے تھے - یہاں کے لوگ ہاتھ سے کھانا کھاتے تھے، چینیوں کی طرح چمچہ اور بانس کی

[۱]—یوان چوانگ - جلد ۱ - صفحہ ۱۷۶ و ۱۷۷ -

چمچی سے کام نہ لیتے تھے - البتہ بیماری کی حالت میں تانبے کے چمچے استعمال کیے جاتے تھے [۱] -

بیماري اور موت

بیماري کی حالت میں سات دن کے لیے مریض کی خوراک بند کردي جاتی تھی - اگر اِس فاقے سے مرض دور نہ ہوتا ، تو پھر دوا دارو شروع کرتے - غالباً اُس وقت بھی آج کل کی مانند جنھیں خدا نے دے رکھا تھا ، وہ ضرورت سے زیادہ کھا لیتے تھے ، اور جن بیچاروں کا گزارا ھی مشکل سے ہوتا تھا ، وہ قوتِ لایموت کو بھی ترستے تھے - مردے کی نعش یا تو جلا دیتے تھے یا دریا میں بہا دی جاتی تھی ، اور یا اُسے یوں ھی جنگلی جانوروں کا پیٹ بھرنے کے لیے پھینک دیتے تھے - برھمنی مذھب کے پیرو اپنے مردوں کا ماتم رو پیٹ کر کیا کرتے تھے - لیکن بدھ مت والوں میں اِس کا رواج نہ تھا [۲] - دونو مذاھب والوں کا تناسب مختلف مقامات پر مختلف تھا - اکثر جگہ یہ برابر برابر بھی ہوتے تھے -

جرائم : ذات پات

مجرموں کو بڑي سخت سزائیں دیجاتی تھیں ، لیکن جرائم کی کثرت نہ تھی - مجرم کو معاشرتی دائرے سے خارج کر دیتے تھے ، اور عمر بھر کے لیے قید کر دیا جاتا تھا - مجلسی اخلاق کے خلاف عمل کرتے اور حکومت یا باپ سے غداری کے

---

[۱]—ہیُوان چوانگ - جلد ۱ - صفحہ ۱۷۶ لغایت ۱۷۸ -

[۲]—ایضاً - جلد۱ - صفحہ ۱۷۴ و ۱۷۵ -

مجرم کا کوئی عضو مثلاً ناک ، ایک کان ، ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کاٹ ڈالتے تھے ، یا اُسے جلاوطن کر دیا جاتا تھا - بعض جرائم کی سزا فریق ثانی کی رضامندی سے جرمانے ہی تک محدود رہتی تھی - ملزم کے مجرم یا بیگناہ ہونے کا فیصلہ کرنے کے لیے مختلف آزمائشیں بھی مقرر کر رکھی تھیں ، مثلاً اگر ملزم پانی میں پھینک دینے پر ڈوبنے سے بچ جائے ، تو اُسے جرم سے بری سمجھ لیا جاتا تھا - اِسی طرح ترازو ، آگ اور زہر سے بھی مدد لی جاتی تھی [۱] - مشہور چار ورنوں کے علاوہ ملک میں بے شمار مخلوط ذاتیں موجود تھیں [۲] -

ہندوستانی اخلاق و اطوار

یہ تفصیلات کچھ بہت مکمل نہیں ہیں ، لیکن اِن سے چینی سیاح کے خیالات کا اظہار ہوتا ہے ، اور اِن خیالات کے لیے وہ ہمارے شکریے کا مستحق ہے ، اُس نے ہندوستانی اخلاق کے اندازے میں بھی بڑی فراخدلی سے کام لیا ہے - اُن امور کے متعلق ہندوستانی علم ادب سے جو شہادت دستیاب ہوتی ہے ، وہ چونکہ خود اہل ملک کی طرف سے ہے ، اِس لیے مقابلتاً زیادہ مکمل اور مفصل ہے -

---

[۱]—یوان چوانگ - جلد ۱ - صفحہ ۱۷۱ و ۱۷۲ -

[۲]—ایضاً - جلد ۱ - صفحہ ۱۶۸ -

لکچر سوم

(دسویں اور گیارھویں صدی عیسوی)

اسناد و شواهد

ہند وسطیٰ کے دوسرے دور پر غور کرتے وقت، جو قریباً دسویں اور گیارھویں صدی سے شروع ہوتا ہے، ہم بان بھٹ ایسے فسانہ نگار کی کھینچی ہوئی لفظی تصاویر کی مدد سے محروم رہینگے - بخلاف اِس کے ہمیں ہندوستانی خیالات کے متعلق مسلم فلسفی اور ریاضی دان البیرونی کے متین بیان سے کام لینا ہوگا - البیرونی نے یہ حالات قریباً (سنہ ۱۰۳۰ع) میں قلمبند کیے تھے، اور وہ محض اتفاقیہ طور پر بعض ایسے کوائف و رسوم کا ذکر کرگیا ہے، جن سے ہندوستان کی معاشرتی زندگی پر روشنی پڑتی ہے - اِس کے علاوہ مسلمان جغرافیہ دانوں اور مؤرخوں کی تصنیفات میں بھی ہندوستان کا کچھ حال ملتا ہے - لیکن یہ کچھ غیر مسلسل سا ہے، کیونکہ سندھ پنجاب اور ساحل بحر سے آگے مسلمانوں کو بہت کم دخل حاصل تھا - تاہم دیگر ذرائع سے حاصل کی ہوئی واقفیت کی توضیح و تکمیل میں اُن سے بہت کچھ مدد ملتی ہے - ادب

ڈراما میں ہمارے پاس راج شیکھر کا ناٹک کپور منجری

موجود ہے ، جس کی تاریخ تصنیف قریباً سنہ ۹۰۰ع معین کی جاسکتی ہے - اِس کے علاوہ راج شیکھر کی چند اور تصنیفات بھی ہیں ، جو اگرچہ اِس قدر مفید نہیں ، مگر کارآمد ضرور ہیں - کپور منجری کا ناٹک تمام و کمال پراکرت میں ہے - اِس کے متن کا مطالعہ ہم ستین کونو (Sten Konow) کے تیار کردہ قابل تعریف ایڈیشن میں کرسکتے ہیں - متن کے علاوہ اِس میں سی - ایچ لانمین (C. H. Lanman) کے قلم سے انگریزی ترجمہ بھی موجود ہے - غالباً آپ کو معلوم ہوگا کہ اُس کا ایک ہندی ترجمہ بھی بنارس سے شائع ہوا تھا ، جو ہندی کے مشہور و معروف ودوان پنڈت ہریشچندر نے سنہ ۱۹۳۹ع بکرمی (سنہ ۱۸۸۳ع) میں کیا تھا - جہاں تک کتبوں کا تعلق ہے ، اُن کی خاصی تعداد جمع کرلی گئی ہے ، اور اُن کی ترتیب و تشریح کے متعلق بھی کچھ کام ہوچکا ہے - اُن کا مطالعہ کرنا چاہو ، تو کتبات ہند (Epigraphia Indica) کی ضخیم جلدیں موجود ہیں یا اِنڈین اینٹکوری (Indian Antiquary) یا ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ، رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لنڈن) کی شاخ بمبئی ، اور خود رائل ایشیاٹک سوسائٹی لنڈن یا اُن دوسری علمی انجمنوں کے رسائل وجرائد سے ہوسکتا ہے ، جو مشرقی ممالک میں دلچسپی لے رہی ہیں - سوم دیو کا کتھاسرت ساگر قریباً سنہ ۱۰۷۰ع میں لکھا گیا تھا - اِس فسانوں کے مجموعے میں قدیم زمانے کے متعلق بھی عام قصہ کہانیوں اور علم ادب سے اخذ کیا ہوا بہت سا مسالا موجود ہے ، لیکن فسانوں کے انداز بیان سے خود اِس دور کی معاشرتی زندگی

کے متعلق بھی کافی اشارات مل جاتے ہیں اُس زمانے کی نقاشی، مصوری اور فن تعمیر کا مطالعہ بہترین طریق پر ایلیفنٹا اور ایلورا کے غاروں یا چندیل راجپوتوں کے مندروں اور عمارتوں میں ہوسکتا ہے - جن کے نہایت نفیس نمونے اب تک ریاست کھجراہ واقع بندیل کھنڈ میں موجود ہیں - پوری میں جگن ناتھ جی کا مندر سنہ ۱۱۰۰ع کے قریب تعمیر ہوا تھا - اِس میں سنگ تراشی کے بعض نمونے اگرچہ بعد کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں، تاہم اِن سے کچھ ایسی تحریکات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، جن کا آغاز دسویں اور گیارھویں صدی عیسوی میں ہوا تھا -

زبانیں

پراکرتیں اور عام بول چال کی زبانیں

پنڈت ہریشچندر کہتے ہیں کہ کپور منجی ناٹک خالص پراکرت میں لکھا گیا تھا - خود اُن کے الفاظ بھی سن لیجیے - لکھتے ہیں "یہ ناٹک شدھ پراکرت بھاشا میں راج شیکھر کبی کا بنایا ہوا ہے" - لیکن زمانۂ حال کے یوروپین مؤرخوں نے ثابت کر دیا ہے کہ راج شیکھر کے زمانے میں سنسکرت اور پراکرت دونوں مردہ زبانیں تھیں، وہ اپنے ناٹکوں میں سور سینی اور مہاراشٹری پراکرت مخلوط صورت میں استعمال کرتا ہے - اُس کے زمانے (دسویں صدی میں) ہندوستان کی واقعی بول چال کی زبانیں سراتھارھی تھیں، اور وہ ایسی زبانوں مثلاً مرہٹی کے الفاظ اکثر استعمال کر جاتا

تھا [۱] - وہ خود بھی مہاراشٹر ہی کا ایک برھمن تھا ، لیکن قنوج کے دربار میں جاکر وہاں کے راجہ کا گرو مقرر ہوگیا تھا - بول چال کی جدید زبانیں اُس زمانے میں معرض وجود میں آنے لگی تھیں ، اور اُس وقت تک غالباً ایک دوسری سے اِس قدر مختلف نہ تھیں ، جتنی بعد میں ہوگئیں - سنسکرت اور پراکرتوں پر عبور حاصل کر لینے پر پنڈت لوگ بے تکلف سارے ہندوستان کا سفر کرسکتے تھے - مختلف مقامات پر اُن کی گفتگو نہ صرف کتابی زبانوں کے ذریعے پڑھے لکھے لوگوں کی سمجھ میں آجاتی تھی ، بلکہ اَپ بھر نسوں کے ذریعے عوام سے بھی کام چل جاتا تھا - اِن اَپ بھر نسوں کو سنسکرت سے غالباً وہی تعلق ہوگا ، جو یورپ کے عہد وسطیٰ میں اطالوی اور فرانسیسی کو علمی ، مذہبی یا قانونی زبان لاطینی سے ہوتا تھا - اَپ بھرنسوں سے مقامی اثرات و ضروریات کے باعث حال کی دیسی بولیاں پیدا ہو رہی تھیں - دکن دیس میں دراوڑی زبانوں کے الفاظ بھی سنسکرت کے سانچے میں ڈھل گئے تھے ، اور دکشنی پنڈت اپنی بولیوں کا سلسلہ سنسکرت سے ملانے پر آمادہ تھے -

شمالی اور جنوبی ہند کے تعلقات

شمالی اور جنوبی ہندوستان میں ہرش کے زمانے ہی میں کافی راہ و رسم پیدا ہوگئی تھی ، لیکن اِس دور میں اِن تعلقات کا رشتہ اور بھی مضبوط ہوگیا - ہرش چرت میں جن ودوان تیرتھوں کا ذکر آتا ہے ، اُنہیں اور خصوصاً

[۱] کپور منجری - صفحہ ۲۳۶ -

سحر و ساحری کے کرشمے دکھانے والوں کو دکن ہی کے
باشندے بتایا گیا ہے - دکن میں ہرش کا ہمعصر پالو
راجہ مہندر و کرم ورمن تھا ' جو ساتویں صدی عیسوی کے
اوائل میں کانچی (موجودہ کانجی ورم) میں راج کرتا تھا -
اُس نے ایک مذاقیہ ناٹک لکھا تھا - جس میں دو شمالی
پراکرتیں (سور سینی اور ماگدھی) پائی جاتی ہیں - اُس
ناٹک میں دو مذاہب یعنی بدھ مت اور شیومت کا ذکر
آتا ہے ' اور دونوں مضحکہ انگیز رنگ میں پیش کیے گئے ہیں -
اِس کی وجہ غالباً ناٹک کا انداز ہے ' کیوںکہ اِس میں ہر چیز
حتیٰکہ ہر قسم کے تپسیوں اور سنیاسیوں کا بھی مضحکہ
اُڑایا گیا ہے - اگرچہ اِس ناٹک کا مقام واردات کانچی ہے '
لیکن فضا اور عام حالات شمالی ہند کے ناٹکوں سے بہت ہی
کم مختلف ہیں - شنکر اچاریہ کے زمانے (آٹھویں صدی
کے اواخر اور نویں صدی کے اوائل) میں ہندوستان کے
خیالات و عقاید میں جو عظیم‌الشان مذہبی انقلاب رونما
ہوا ' اُس کی رہنمائی کا سہرا حقیقت میں جنوبی ہند
ہی کے سر ہے - شنکر اچاریہ نے شمالی اور جنوبی ' مشرقی
اور مغربی سارے ہندوستان کا دورہ کیا - اِن سیاحتوں
سے ہندوستان کے مذہبی خیالات میں بہت کچھ یکرنگی
پیدا ہوگئی - اِس کے علاوہ بدھ مت کے خلاف جو مہم جاری
تھی ' اُسے بہت تقویت پہنچی ' اور ناگوار فرقہ‌دارانہ
جھگڑے دور کر کے ایک وسیع مذہبی فلسفے کے ذریعے لوگوں
میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش ہونے لگی - راج شیکھر کے
زمانے (قریباً سنہ ۹۰۰ع) تک پہنچنے پر معلوم ہوتا ہے کہ

شمال و جنوب کے سیاسی مناقشات اِن کو زبان ، علم ادب اور معاشرت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب تر لانے کا ذریعہ بن رہے تھے - کاویہ میمانسا کے سترھویں باب میں وہ اصل موضوع سے ہٹ کر تمام ہندوستان کے متعلق جغرافی تفصیلات بیان کرنے لگتا ہے - اُس وقت بھی آریا ورت کوہ ہمالہ اور کوہ وندھیا کی درمیانی سر زمین ہی کا نام تھا - اُس کے مشرق ، مغرب ، شمال اور جنوب کے چاروں خطوں کا حال تو مفصل بیان کیا ہے ، مگر وسطی علاقے کے متعلق تفصیلات نہیں بتائیں ، کیوں کہ ہر شخص اِس خطے سے واقف سمجھا جاتا تھا - اِس سلسلے میں " مشرق " بنارس سے مشرق کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے [۱].

نسلوں کا اختلاط اور جدید معاشرتی شیرازہ بندی

راج شیکھر برہمن تھا ، لیکن اُس کی بیوی چوہان نسل کی راجپوت شہزادی تھی - اونچی ذاتوں میں اِس طرح باہمی رشتے ناتے کی اور مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں - غالباً اُس وقت کا رواج یہ ہوگا کہ برہمن مرد کسی راجپوت عورت سے شادی کرلے ، لیکن اُس کے برعکس عمل ممنوع ہوگا - بہت سے کشتری ویش عورتوں کو چھوٹی بیویوں کے طور پر حبالۂ عقد میں لے آتے تھے [۲] - مذہب کے لحاظ سے راج شیکھر شیو تھا ، لیکن جین مت والوں کے لیے اُس کے دل میں بڑی عزت تھی - وہ جنوبی ہند کے مناظر

[۱]—ویدیا - جلد ۳ - صفحہ ۸ و ۹ -

[۲]—ایضاً - جلد ۲ - صفحہ ۱۱۹ -

اور وہاں کے اوضاع و اطوار اور رسم و رواج کا ذکر بڑے مزے لے لے کے کرتا ہے - دراوڑ عورتوں کا ذکر کرتے وقت وہ اُن کے "سیاہ رخساروں، پاکیزہ مسکراہٹ اور سپاری کی چھال کی رگڑ سے سفید بنے ہوئے دانتوں" کا بیان کرتا ہے - "کرناٹا (زیرین نربدا کا شمالی علاقہ) کی نوخیز دوشیزہ لڑکیوں کے گیسو اور لٹا کی لہو و لعب سے رغبت" بھی اُس کی توجہ کا مرکز بنتی ہے [۱] - گندھرو بواہ جو محض مرد و عورت کے جسمانی سنجوگ کا نام ہے اور جس میں کسی قسم کے رسوم کی ادائگی ضروری نہیں، اُس زمانے میں عام تھا، اور کتھا سرت ساگر سے نسلوں اور ذاتوں کے اختلاط کا حال بھی اخذ ہو سکتا ہے [۲] - نہ صرف تین اعلیٰ ذاتوں کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ کھان پان کر سکتے تھے، بلکہ شودروں کے بعض قبیلوں سے بھی اُن کا یہ تعلق پیدا ہو جاتا تھا [۳] - مگر اِس میں شک نہیں کہ اچھوتوں کی ایک خاصی تعداد موجود تھی، جو معاشرتی زندگی کے حلقے سے بالکل باہر سمجھے جاتے تھے - وہ تحریک جس کے زیراثر غیر ملکی جماعتیں اور اصلی باشندے نئے ہندو دھرم میں خلط ملط ہو گئے، ساتویں صدی عیسوی تک کی بڑی بڑی مذہبی تحریکات کی ہم عصر تھی، جن کے بیرونی حالات کے متعلق اسناد و شواہد کمیاب ہیں - اِس تحریک کے باعث نئے سرے سے معاشرتی شیرازہ بندی ہو گئی، جس سے راجپوت

[۱]—کپور منجری - صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱ و ۲۱۳ -
[۲]—کتھا سرت ساگر - جلد ۱ - صفحہ (مقدمہ) ۴۸ -
[۳]—ویدیہ - جلد ۲ - صفحہ ۲۵۱ و ۲۵۲ -

صف اول میں آگئے - مزید برآں بہت سی نئی ذاتیں پیدا ہو گئیں - پرانی ذاتوں مثلاً برهمنوں کی بلحاظ صوبجات کئی کئی مقامی ذاتیں بن گئیں ' جیسے قنوجیہ گوڑ ' سرووریہ وغیرہ - اِن کے باهمی تعلقات منقطع ہو گئے ' اور کار و بار ' آپس کے کھان پان اور باهمی رشتے ناتے کے متعلق نئے نئے قاعدے اور رواج معرض وجود میں آگئے - مختصراً هم وہ کلیہ قبول کر سکتے هیں ' جو سر رچرڈ ٹیمپل (Sir Richard Temple) نے اِن حالات کو دیکھ کر اخذ کیا کہ اگرچہ ذات پات کی تفریق کا اثر " اناریہ " لوگوں پر بھی پڑ گیا ' لیکن اِس کے مقابلے میں اناریہ لوگوں نے بھی آریہ خیالات کی رو اور اُس کی ظاهری شکل و صورت میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا [۱] -

صوبجات کے لحاظ سے چہروں کے مختلف رنگ

راج شیکھر کی تصنیف کاویہ میمانسا کے چند عجیب و غریب فقروں سے معلوم ہوتا ھے [۲] کہ دسویں صدی میں عوام الناس رنگت کے لحاظ سے کس طرح ذات پات کی تمیز کیا کرتے تھے - کہتا ھے " لوگوں کا رنگ پورب دیس میں سانولا' دکن میں سیاہ' پچھم میں سفیدی مائل اور اُتر دیس میں گورا ھے - شاعرانہ بیان میں کالے اور سانولے رنگ میں اور اِسی طرح سفیدی مائل اور گوری رنگت میں زیادہ تمیز نہیں کی جاتی ' لیکن یہ امر خصوصیت سے قابل ذکر ھے کہ

---

[۱]—ⅲ - صفحہ ۶۴ لغایت ۶۸ -

[۲]—ویدیہ - جلد ۳ - صفحہ ۹ -

پورب دیس میں راجپوت اور دیگر اقوام کی عورتوں کا رنگ گورا یا سفیدی مائل بھی ہو سکتا ہے - اور یہی حالت دکن دیس کی ہے " - اِس سے دو نتائج برآمد ہوتے ہیں ' اول یہ کہ گوری نسلیں ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل رہی تھیں ' اور دوسرا یہ کہ باہمی میل ملاپ اور اختلاط بڑی حد تک موجود تھا - عام لوگ اِس اِختلاط کو چھپانے کے لیے اپنی ذات کے متعلق اکثر ایسی باتیں گڑھ لیا کرتے تھے' جن سے ظاہری حالات و واقعات کی ذاتوں اور ورن آشرم کے قدیم اور مستند اصولوں سے مطابقت پیدا ہو جائے - ادب فسانہ میں بہت سے جنگلی لٹیرے قبیلوں کا ذکر آتا ہے ' مثلاً بھلا (بھیل؟) ساورا ' کرات اور پلند وغیرہ - بھلا گھٹیا درجے کے اور بدتمیز لوگ سمجھے جاتے تھے ' لیکن اِس امر کا اِعتراف موجود ہے کہ بعض اوقات یہ بھی شرافت اور قابلیت کا ثبوت دے سکتے تھے - یہ لوگ ہیبت‌ناک دیوی درگا کو قربانیاں پیش کیا کرتے تھے لیکن اِس کے باوجود بعض اوقات رحمدلی اور شکر گزاری کے جذبات سے بھی متاثر ہو جاتے تھے [۱] - اِس سے واضح ہوتا ہے ' کہ اُس وقت تک درگا کی پوجا نہ تو رائج تھی اور نہ مقبول اور اُس کے بھگتوں کے لیے کسی قدر عذر خواہی کی ضرورت محسوس ہوتی تھی -

سحر و ساحری اور معجزات سے شغف

لوگوں کو ہمیشہ سحر و ساحری اور معجزات پر بہت کچھ اِعتقاد رہتا ہے ' لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اِس دور

[۱] — کتھا سرت ساگر - جلد ۷ - صفحہ (مقدمہ) ۹ -

تاریکی میں اِن باتوں نے علم ادب کی دنیا میں بھی مدل دخل حاصل کر لیا تھا - کپور منجری کے ناٹک میں حالات و واقعات کی عنان ایک ساحر ہی کے ہاتھ میں ہے - ہیروئن کے جوہر ذاتی کی تعریف و توصیف اِس واقعے سے کی جاتی ہے کہ اُس کا ہاتھ لگتے ہی اشوک کے درخت میں پھول نکل آتے ہیں - لڑائیوں میں انسانی شجاعت کے بجائے جادو کے ہتھیاروں سے کام لیا جاتا ہے - عشق و محبت کی سلسلہ جنبانی میں شخصیت اور جوہر ذاتی کے باہمی اثر و تاثیر کے بجائے پوشیدہ سرنگوں ' مافوق الفطرت ناگہانی واقعات اور ہمہ گیر ساحر کے مبہوت کن نام کا سہارا تلاش کیا جاتا ہے - راج شیکھر کے بال رامائن میں رام اور سیتا کی شاندار داستان جس انداز میں بیان کی گئی ہے ' اُس کے مطالعے سے بہت سے نتائج اخذ ہو سکتے ہیں - یہ دس ایکٹ کا ایک ضخیم ناٹک ہے ' جس کا ہیرو اگر راون کہا جائے ' تو بجا ہے - راون سیتا سے شادی کرنے کا خواہش مند تھا - اُس کی ناکامی سے واقعات کا ایک دریاے مواج رواں ہو جاتا ہے ' جس کا سر چشمہ اچھے یا برے انسانی اغراض و مقاصد نہیں ' بلکہ سحر و ساحری کے کرشمے اور مردوں اور عورتوں کے بہروپ' ہوتا ہے - گڑیوں اور کھلونوں کے منہ میں بولتے چالتے طوطے دیکر اُنہیں سیتا اور اُن کی بہن کی حیثیت میں پیش کیا جاتا ہے ' اور اِس بھونڈی چال سے عوام بظاہر دھوکا کھا کر یہی سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم سیتاجی اور اُن کی بہن کو دیکھ رہے ہیں [۱] -

[۱]—کیتھ - صفحہ ۲۳۲ لغایت ۲۳۹ -

زیور اور غازہ

معلوم ہوتا ہے کہ اُس دور کی زندگی میں بناوٹ کو بہت دخل تھا - درباری خواتین کے زیورات اور بناؤ سنگار کی چیزوں کے متعلق جو واقفیت حاصل ہوتی ہے ' اُس سے اِس امر میں ذرا بھی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ تعیش اور بناوٹ نے نفاست کا گلا گھونٹ دیا تھا - ٹھنڈک کے لیے جسم پر زعفران ملے ہوئے اُبٹن مل کر زرد رنگت پیدا کی جاتی تھی - اِسی طرح رخساروں کے لیے بھی زعفران کا غازہ استعمال ہوتا تھا - اِس امر کی وضاحت نہیں کی گئی کہ مختلف فرقوں کے لوگ اپنے اپنے فرقے کے مخصوص تلک کس چیز سے لگایا کرتے تھے - کھور منجری خاتون کا لباس ایک نیلے رنگ کا ریشمی کپڑا تھا ' جو اُس نے جسم پر لپیٹ رکھا تھا - اُس کے پٹکے میں لعل ٹکے ہوئے تھے - کلائیوں میں اُس نے کنگن پہن رکھے تھے - اِس سلسلے میں موجودہ زمانے کی ایک مشہور و معروف ہندی ضرب المثل دسویں صدی عیسوی میں بھی مستعمل تھی ' یعنی " ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ؟ " اِس کا مفہوم یہ تھا کہ ہاتھ میں کنگن پہننے کے لیے آئینے کی کیا ضرورت ہے - یہ آئینے غالباً کسی دھات مثلاً فولاد ' چاندی یا کانسے کے ہوتے تھے - اُن کی بیرونی سطح بہت چمکیلی ہوتی تھی ' اور ایک چھوٹا سا دستہ بھی لگا ہوتا تھا - ہندوستان قدیم کی جو یادگاریں ٹیکسلا کی عجائب گاہ میں جمع ہیں ' اُن میں اِس قسم کے آئینے بھی پائے جاتے ہیں - گلے میں بڑے بڑے موتیوں کا ہار پہنا جاتا تھا ' اور کانوں میں بالیاں ' جن میں جواہرات ٹکے ہوتے تھے - سیاہ

پر پیچ زلفوں کو پھولوں کے گجروں سے ڈھانک رکھتے تھے ' جن سے
فطرت کی تازگی کی جھلک پیدا ہو جاتی تھی - بالوں اور
کانوں کی آرائش کے لئے چمپا کی معطر سنہری کلیاں استعمال
کی جاتی تھیں - بادام سی لمبی آنکھیں جو ناٹک کے الفاظ
میں " ایک کان سے دوسرے تک پہنچتی تھیں " خوبصورتی
میں شمار ہوتی تھیں - آنکھوں میں کاجل لگاتے تھے ' جس کو
دھو ڈالنے پر آنکھیں سرخ سرخ نظر آتی تھیں - جاڑے میں
ہونٹھوں پر موم ملتے تھے ' تاکہ وہ پھٹنے نہ پائیں ' اور نزلے
سے بچنے کے لئے زعفران چباتے تھے - گرمیوں میں تاڑ کی بڑی
بڑی ڈالیاں ہوا کرنے کے لیے دستی پنکھوں کا کام دیتی تھیں '
اور لوگوں کو فواروں میں نہانے کا شوق تھا [۱] - جسم اور کپڑوں
کی خوشبوؤں اور لوبان کا استعمال اعلیٰ طبقوں میں عام تھا'
اور کیوڑے کی دھوپ جلانے کا ذکر بھی ڈراما نویس نے خاص
طور پر کیا ھے -

جھولے کا تہوار

جھولے کا شاندار تہوار ناز و نیاز اور رنگ رلیاں منانے کے
لیے خوب سامان پیدا کر دیتا تھا - "نشۂ شباب میں چور ' دنیا
اور افکار دنیا سے بے خبر" لڑکیاں جھولے جھولتی تھیں - جھولے
کے باری باری سے کبھی اُوپر کبھی نیچے جانے' زیوروں کی جھنکار
اور کپڑوں کی سر سراھٹ کی تصویر ناٹک میں خوب کھینچی
گئی ھے - اِس کا ترجمہ کرنا دشوار کام ھے ' ھم صرف مفہوم پر
اکتفا کرتے ھیں [۲] :—

[۱]—کپور منجری - ایکٹ ۱ و ۲ -
[۲]—ایضاً - ایکٹ ۳ ' صفحہ ۲٦۸ -

"جڑاؤ پازیب کی جھنکار [۱] سامعہ نوازی کر رہی ہو، جھومتے ہوئے ہار کی چمک دمک سے آنکھیں خیرہ ہو رہی ہوں، ہنگامہ خیز پٹکے کے گھنگھروؤں کی پیہم صدا اور کنگنوں کی متحرک قطار کی موہنی جھنجھناہٹ کانوں میں پہنچتی ہو، جب ماہ رو دوشیزہ اِس انداز سے جھولا جھول رہی ہو، تو آپ ہی کہیے، کس کا دل قابو میں رہ سکتا ہے؟"

اِس قسم کے بہت سے تہوار تھے، جو لوگوں کے لیے عوام میں اور اپنے اپنے گھروں میں لطف و مسرت کے سامان مہیا کرتے تھے - اُن سے ڈراما نویسوں کو بھی اپنے شاہی سر پرستوں کے تفنن طبع کے لیے ناٹک تیار کرنے کا موقع میسر آتا تھا - لیکن واحسرتا! کہ ہند وسطیٰ کے ڈراما نویس کے لبوں پر بھی یہ کبھی ختم نہ ہونے والی شکایت موجود ہے کہ "اہل علم و فضل ہمیشہ مفلس و نادار ہوتے ہیں" [۲] -

عام قصے کہانیوں میں برہمنوں کا ذکر

ایک جماعت کی حیثیت میں برہمن ابھی تک علم ادب اور حکومت میں اعلیٰ عہدوں کے بلا شرکت غیرے مالک تھے - اُن سے توقع ہوتی تھی کہ اعلیٰ دماغی قابلیت اور

---

[۱] — کپور منجری - صفحہ ۲۵۵ -
لانمین کے ہنگامہ خیز انگریزی ترجمے میں یہ جھنکار خوب پیدا کی گئی ہے -

[۲] — ایضاً - صفحہ ۲۸۸ -

تمام مذہبی و اخلاقی صفات سے متصف ہوں - لیکن عملاً
اُنہیں کچھ زیادہ قدر و منزلت کی نگاہوں سے نہ دیکھا
جاتا تھا - سوم دیو نے جو خود بھی برہمن تھا، اُجین کے
ایک بخیل اور حریص برہمن کی داستان خوب مزے لے لے
کر بیان کی ہے - یہ برہمن راجہ کا پروہت تھا - اُس کی
خود غرضی اور دولت ضرب المثل بن گئی تھیں - دو عیاروں
نے ارادہ کیا کہ اُس کا مال و متاع اُڑایا جائے، اور ساتھ ہی
اُسے عوام کی ہنسی اور ٹھٹھول کا نشانہ بنادیں - اُن میں سے
ایک نے دکنی راجپوت کا لباس پہن کر شہر کے باہر ڈیرا
جما دیا - اُس کا ساتھی تپسوی بن بیٹھا، اور دریا کے کنارے
ریاضت میں مصروف ہوگیا - نقلی راجپوت شہر میں جاتا
اور باتوں باتوں میں اپنے ساتھی کے کمالات کی خوب تعریف
و توصیف کرتا - اُس نے پروہت سے راہ و رسم پیدا کر کے
اُس کی خوشامد شروع کی، اور اُس کی معرفت شاہی دربار
میں ایک عہدہ حاصل کر لیا - یہ دونوں اپنے آپ کو بڑے
بھگت اور دنیوی خواہشات سے پاک ظاہر کرتے تھے -
نقلی راجپوت رفتہ رفتہ پروہت کا رازدار بن گیا، اور
پروہت نے تحفہ تحائف کے لالچ سے اُسے اپنے گھر ہی میں
رہنے کے لیے جگہ دے دی - راجپوت ایک صندوق جھوٹے
جواہرات کا لے آیا مگر اُن کی قیمت سے اِس بنا پر ناواقفیت
کا اظہار کیا کہ میں دنیوی کاروبار کے معاملے میں بالکل
کورا ہوں - اِدھر جواہرات کو دیکھ کر پروہت جی کے منہ
میں پانی بھر آیا - چند روز کے بعد مہمان راجپوت بیمار
بن بیٹھا، اور خواہش ظاہر کی کہ کسی نیک اور پرہیزگار

بزرگ کو بلایا جاے ' تاکہ میں یہ جواہرات دان کر کے اُسے
دے دوں - چنانچہ اُس کا ساتھی ' جو سادھو بنا ہوا تھا '
بلایا گیا - وہ کہنے لگا کہ مجھے مال و دولت سے نفرت ہے -
البتہ اِس بات پر رضامند ہو گیا کہ میں پروہت کی لڑکی
سے شادی کر لونگا اور سارے جواہرات ' پروہت کو دے
دونگا - آخر جواہرات کے عوض قلیل سی رقم قبول کرنے پر
راضی ہو گیا ' اور اِس معاوضے کی مقدار کا فیصلہ بھی پروہت
ہی پر چھوڑ دیا - پروہت تو اُن جواہرات کو قارون کا
خزانہ سمجھے بیٹھا تھا ' چنانچہ اُس نے ایک خطیر رقم
ادا کردی ' اور دل میں بے حد مسرور تھا کہ میں نے اِتنا
بڑا خزانہ برائے نام معاوضہ دے کر حاصل کرلیا - جب
شادی ہو چکی ' تو بے چارے پروہت پر حقیقت واضح ہوگئی -
راجہ اپنے پروہت کی تمام کمزوریوں سے بخوبی واقف تھا ' اِس
عیاری کا حال سن کر ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو گیا [۱] -

راجپوت

راجپوت قوم کی ابتدا ایک ایسا موضوع ہے ' جس کے
متعلق بہت کچھ اختلاف راے پایا جاتا ہے - اِس وقت
میں امور متنازعہ فیہ پر بحث نہیں کرنا چاہتا - یقینی
امر یہ ہے کہ آٹھویں ' نویں اور دسویں صدی عیسوی میں
حکمران جماعتوں کی نئے سرے سے تنظیم اور شیرازہ بندی
ہوئی تھی [۲] - اب اُن کی معاشرتی ترکیب کے اجزا ذاتوں کے

[۱]—کتھا سرت ساگر - جلد ۲ - صفحہ ۱۷٦ لغایت ۱۸۴ -
[۲]—تاریخ سمتھ - صفحہ ۱۷۲ - لغایت ۱۷۴ -

بجائے قبیلے بن گئے تھے - قواعد شادی کے مطابق اُنھیں اپنے قبیلے سے باہر شادی کرنی پڑتی تھی - عزت و شرافت کے لیے اصول اور نئی روایات معرض وجود میں آرہی تھیں - اُن پر تفصیلی بحث ہم اگلے دور کے ذکر میں کریں گے -

اچھوت اور معاشرتی حلقے سے خارج لوگ

اچھوتوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی ' جو شودروں سے بھی گھٹیا درجے کے شمار کیے جاتے تھے ' اور چار مستند ذاتوں سے ہر بات میں نیچے تھے - اُن کا ذکر البیرونی نے بھی کیا ھے - یہ آٹھ حصوں میں منقسم تھے - آپس میں رشتہ ناتا کرلیتے تھے ' لیکن دھوبی ' موچی اور جلاھوں سے باقی پانچ جماعتیں کسی قسم کا تعلق نہ رکھتی تھیں - یہ پانچ جماعتیں مندرجہ ذیل تھیں (۱) بازی گر ' (۲) ٹوکرے اور ڈھالیں بنانے والے ' (۳) ملاح ' (۴) مچھیرے اور (۵) وحشی جانوروں اور پرندوں کے شکاری - اِن آٹھوں جماعتوں کو شہر یا گاؤں کے اندر رھنے کی اجازت نہ تھی ' البتہ اُن کے قریب اپنے جھونپڑے بنا سکتے تھے - چونکہ یہ جماعتیں اپنے اپنے پیشے کے نام سے موسوم تھیں ' اس لیے ہم اُنھیں " پیشہ ور فرقے " کہہ سکتے ھیں - اِن پیشہ وروں سے بھی نچلے درجے پر ھاڈی ' ڈوم ' چنڈال اور بدھاتو تھے - گاؤں کے غلیظ کام اُن کے سپرد ھوتے تھے ' اور اُنھیں ذلیل طبقے کے اچھوت سمجھا جاتا تھا - اُن میں سے بھی ھاڈی دوسروں سے کچھ اونچے شمار ھوتے تھے - ڈوم گیت گاتے اور رباب کی قسم کا ایک ساز بجایا کرتے تھے - موجودہ زمانے کا جرائم پیشہ

ڈوم فرقہ غالباً اُنھیں کی نسل سے ہے - اُن سے گھٹیا طبقے کے لوگ وہ تھے جن کا آبائی پیشہ جلادی تھا، اور غالباً اُنھیں کو چنڈال کہا جاتا تھا - بدھاتو نہ صرف مردارخوار تھے، بلکہ کتے اور وحشی جانوروں کا گوشت بھی چٹ کر جاتے تھے [۱] -

برہمنوں اور مندروں کے لیے اوقاف

اِس دور کی ایک قابل ذکر اقتصادی اور معاشرتی خصوصیت وہ متعدد اوقاف تھے، جو برہمن افراد، اور مندروں اور مذہبی مقامات کے لیے مخصوص کر دیے جاتے تھے - ملتان میں سورج دیوتا کا مندر شہر بھر کی فارغ البالی اور دولت مندی کا موجب تھا - جب آٹھویں صدی کے اوائل میں عربوں نے پہلے پہل ملتان فتح کیا، تو مندر کی مورتی جوں کی توں رہنے دی، کیونکہ شہر کی خوشحالی کا دار مدار اُسی پر تھا - تھانیسر کے مندر کے لیے بھی ایک بھاری جاگیر وقف تھی - جزیرہ نمائے کاٹھیاواڑ کے جنوبی ساحل پر سومناتھ کے مشہور مندر کی دولت مندی کا انحصار بحری مال تجارت پر تھا [۲] - قزوینی کا بیان ہے کہ یاتریوں کے گراں قدر چڑھاوے کے علاوہ اُس مندر کے نام دس ہزار دیہات کا مالیہ تھا - پوجا پاٹ کے اہتمام اور مندر کی دیکھ بھال کے لیے ایک ہزار برہمن ملازم تھے، اور دروازے پر پانچسو دو شیزہ لڑکیاں رقص و سرود کے لیے مقرر تھیں - اِن سب کا گزارا وقف کی آمدنی میں سے ہوتا تھا-

---

[۱]--- البیرونی - جلد ۱، صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲ -

[۲]--- ایلیٹ - جلد ۲، صفحہ ۹۸ -

فن تحریر اور کتابیں

وسطی اور شمالی ہند میں لکھنے کے لیے ایک قسم کا بھوج پتر استعمال کیا جاتا تھا - پہلے اُسے تیل مل کر خوب صاف اور ہموار کرلیتے تھے، اور پھر جب سخت اور چکنا ہو جاتا، تو اُس پر لکھتے تھے - لکھنے کے بعد تمام پتوں کو دو تختیوں کے درمیان رکھکر اوپر سے کپڑا لپیٹ دیتے تھے - جنوبی ہند میں یہ کام عموماً تاڑ کے پتوں سے لیا جاتا تھا - ہر پتے کی ایک جانب سوراخ کر کے سب کو دھاگے میں پرو لیتے تھے، اور اِس طرح کتاب سی بناکر رکھ لی جاتی تھی [۱] - اِن ہر دو اقسام کی بہت سی قلمی کتابیں اب تک محفوظ ہیں، اور ہندوستان بھر میں پرانی قلمی کتابوں کے شائقین اُن سے بخوبی واقف ہیں - لیکن البیرونی نے اِس اہم خصوصیت کو نظر انداز نہیں کیا کہ علم ادب اور خصوصاً مذہبی علم ادب کا بہت بڑا حصہ سینہ بہ سینہ ہی چلا آتا تھا - عموماً ویدوں کو ضبط تحریر میں لانے کی اجازت نہ دی جاتی تھی، اور البیرونی کے آنے سے کچھ ہی عرصے پیشتر ایک کشمیری پنڈت نے پہلے پہل ویدوں کو کتابی صورت کی تھی [۲] -

اوضاع و اطوار اور رسم و رواج

البیرونی نے بہت سے ایسے متفرق اوضاع و اطوار اور رسوم کا ذکر کیا ہے، جو اُسے عجیب و غریب معلوم ہوئے -

---

[۱]—البیرونی - جلد ۱، صفحہ ۱۷۱ -

[۲]—ایضاً - جلد ۱، صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶ -

سے ایک رواج یہ تھا کہ یہاں کے لوگ اُس زمانے میں اپنے سر بلکہ جسم کے کسی حصے کے بال نہ کٹواتے تھے، اور مونچھوں کو گوندھ کر رکھتے تھے - ناخن بھی بہت بڑھا لیتے تھے - کھانا مل کر نہیں، بلکہ چوکے میں بیٹھ کر الگ الگ کھاتے تھے - چوکا گائے کے گوبر سے لیپ لیا جاتا تھا - پان، سپاری اور چونا (اور کتھا، گو البیرونی نے اِس کا ذکر نہیں کیا) کھانے کے باعث اُن کے دانت لال لال نظر آتے تھے - جب کوئی بچہ پیدا ہوتا، تو لوگوں کی توجہ ماں کی بجائے زیادہ تر باپ کی جانب مبذول ہوتی تھی - اُن کی شطرنج آج کل کی پچیسی سے کچھ ملتی جلتی تھی، کیونکہ ایک وقت میں چار آدمی کھیلتے تھے، اور پانسوں کی جوڑی بھی استعمال کی جاتی تھی - البیرونی نے شطرنج کی بساط کا نقشہ اور کھیل کے قواعد بھی تحریر کئے ہیں - لیکن اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس کھیل کے قواعد آج کل کی پچیسی سے مختلف تھے - رسوم کے حلقۂ اثر کا اندازہ کرتے وقت ہمیں اِس امر کا خیال رکھنا چاہیئے کہ البیرونی کے مشاہدات کا دائرہ پنجاب اور سندھ تک ہی محدود تھا - غالباً اِن علاقوں کا لباس مشرقی اور جنوبی ہندوستان سے بالکل مختلف تھا؛ اور زیادہ تر اُن سرد ملکوں کے لباس سے مشابہ تھا؛ جو شمال مغربی دروں کے اُس پار واقع ہیں [۱] -

دو کتبے

اِس دور کے متعدد کتبوں سے اُس وقت کے معاشرتی اور

---

[۱]—البیرونی - جلد ۱، صفحہ ۱۷۹، نغایت ۱۸۵ -

اقتصادی حالات کے بعض پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے - میں آپ کو جنوبی ہند کے دو کتبوں کی جانب توجہ دلاتا ہوں - اِن میں سے ایک تو تنجور کے چولا خاندان کے وقت کا ہے - یہ تانبے کی تختیوں پر ہے، جو موضع انبیل میں دستیاب ہوئیں - دوسرا کناڑی زبان کا کتبہ ہے، جو صوبہ بمبئی میں ضلع دھارواڑ سے برآمد ہوا ہے -

برہمنوں کو عطیۂ اراضی

سندر چولا کے وقت کی انبیل کی تختیاں دسویں صدی عیسوی کے اواخر کی بنی ہوئی تھیں، اور تنجور کے نواح میں دستیاب ہوئی تھیں - کل گیارہ تختیاں تھیں - یہ سب کی سب ایک چھلے میں لپٹی ہوئی تھیں، اور چھلے کے اوپر ایک قابل تعریف ساخت کی مہر ثبت تھی - مہر میں مندرجۂ ذیل چیزوں کی شبیہ کندہ تھی :—

ایک شیر، دو مچھلیاں، ایک کمان، دو شمع‌دان، دو چوریاں اور ایک چھتری -

حاشیے کے گرد سنسکرت میں ایک شلوک مندرج تھا - اِن تصویروں میں کندہ‌کاری ذرا ہلکی تھی - تحریر کا پہلا حصہ سنسکرت میں تھا، اور اُس میں اُس پٹے کے الفاظ درج تھے، جس کی رو سے چولا راجہ نے اپنے عالم و فاضل برہمن وزیر کو جاگیر عطا کی تھی - دوسرے حصے کی زبان تامل تھی، اور اُس میں گاؤں کے باشندوں اور عہدہ داروں کی طرف سے رضامندی اور اقرار درج تھا - اِس جاگیر کا رقبہ ۴۵ ایکڑ کے قریب ہوگا، اور اِس قدر اراضی وزیر ایسی

اعلیٰ حیثیت کے برہمن کے لیے کافی سمجھی جاتی تھی - راجہ صرف ایک خاص رقبہ جاگیر کے لیے مقرر کر دیتا تھا ، اس کے بعد حدود بندی اور اِس امر کا فیصلہ گاؤں والے کیا کرتے تھے کہ فلاں رقبۂ آراضی کا مالیہ اب سے راجہ کے بجائے جاگیر دار کو ادا ہوا کریگا - حدود بندی کا طریقہ بھی عجیب تھا - ایک ہتھنی کو کسی مقررہ مقام پر لے جاکر چھوڑ دیتے تھے ، اور وہ ایک دائرہ سا بناکر واپس آجاتی تھی - اِس مقصد کے لیے کوئی انتظام کرلیا جاتا تھا کہ ہتھنی اُسی مقام پر واپس آجائے، جہاں سے روانہ ہوئی تھی - اِس کے بعد حدود پر مٹی کے تودوں اور ناگ پھنی کی ہری بھری جھاڑیوں سے نشان بنا دیتے تھے [۱] -

چولا خاندان کی سلطنت میں جنگلات

جاگیردار کے متعلق لکھا ہے کہ اُس کی والدہ نے دنیا کے قائم رہنے تک ہر روز ایک برہمن کو چاندي کے برتن میں اعلیٰ قسم کا کھانا دھرم ارتھ دینے کا اہتمام کر رکھا تھا ، اور ہري (وشنو) کے مندر واقعۂ سری رنگم میں ایک بھاری چراغ چڑھایا تھا - چولا سلطنت کے ملک کے نظارے کا کچھ اندازہ اِس اشارہ سے ہو سکتا ہے ، جو "ساحل بحر کے گھنے جنگلوں" کی طرف کیا گیا ہے ، جن میں "تاڑ، سال، آبنوس، سپاری اور کیلے کے بے شمار درخت اور پودے اور پان کے جھنڈ کے جھنڈ کھڑے تھے" [۲] -

---

[۱]—کتبات ہند - جلد ۱۵ ، صفحہ ۴۴ لغایت ۷۰ -

[۲]—ایضاً - جلد ۱۵ ، صفحہ ۶۹ -

آراضی کے متعلق حقوق اور مالیہ جو مزارعین کو ادا کرنا پڑتا تھا

جاگیر کے پٹے کا نفس مضمون مفصل الفاظ میں واضح کیا گیا ہے ، اور اُس سے دیہات کی اقتصادی حالت کا اندازہ کرنے میں مدد ملتی ہے - ہم اِسے چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں - (۱) آراضی اور جو کچھ اُس پر موجود ہو ، (۲) پانی اور اُس کے متعلق تمام اشیا ، (۳) وہ مالیہ اور رسوم جو جاگیرداروں کے حق میں ادا کرنے کا حکم تھا ، اور (۴) خاص مراعات جو جاگیرداروں کو حاصل تھیں - آراضی کے علاوہ جاگیردار کو اپنی جاگیر کی مندرجۂ ذیل چیزوں کے استعمال کا حق حاصل ہوتا تھا :—

میوے دار درخت ، دوسرے درخت ، باغات ، چٹانوں کے شگاف جن میں شہد کی مکھیوں کے مھال ہوتے تھے ، کنوئیں ، چوپال ، بنجر زمین جس میں بچھڑوں کے لیے چراگاہ ہوتی تھی ، گاؤں کی آبادی کی زمین ، بیمور ، درختوں کے گرد بنے ہوئے چبوترے ، عمارتیں ، مندر اور بنجر اور دلدلی زمین - پانی کے متعلق اُسے دریاؤں ، تالابوں ، دریا برآمد زمین ، جوہڑوں اور مچھلیوں والی جھیلوں پر بھی حقوق حاصل ہوتے تھے -

مالیہ وغیرہ جو اُسے وصول ہوتا تھا ، اُس میں مندرجۂ ذیل چیزیں بھی شامل تھیں :—

جرمانہ یا ضبطی جائداد جو مقامی عدالت کے حکم سے عمل میں آئے ، پان کے پتے ، ہر ایک کرگھے سے تیار

شدہ کبوتروں پر ٹیکس ' مزارعین کے خاندان میں کوئی شادی ہو تو نذرانہ ' ماہیوں کا اجارہ ' اور پرانے مزارعین کی بے دخلی پر جو جرمانہ عاید ہو - اُن کے علاوہ وہ چیزیں جو بادشاہ کے استعمال کے قابل سمجھی جاتی تھیں ' اب راجہ کے بجاے جاگیردار کو ملتی تھیں -

برہمن وزیر کو جو مراعات حاصل تھیں ' اُن میں مندرجۂ ذیل اختیارات بھی شامل تھے :—

بڑے بڑے دالان اور جلسہ گاہیں اور دومنزلہ مکانات پکی اینٹوں اور کھپریلوں سے بنا سکتا تھا ' بڑے اور چھوٹے کنوئیں کھدوا سکتا تھا ' زمین کی آبپاشی کے لیے نالیاں بنا سکتا تھا اور بعض خوشبودار جڑی بوٹیاں اور پودے اگانے کی اجازت تھی [۱] -

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں میں عام مکانات کچے ہوتے تھے ' اور پکی عمارت بنانے کے لیے راجہ سے خاص طور پر اجازت لینی پڑتی تھی - اِس کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بعض خاص قسم کی فصلیں بونے کے لیے خاص شاہی منظوری کی ضرورت پڑتی تھی -

مندروں کی سیوا

اب ہم کنڈاری کتبے کا ذکر کرتے ہیں - یہ ضلع دھارواڑ کے ایک گاؤں ڈلے نور سے برآمد ہوا تھا - اُس پر ۹۵۰ شاکا (مطابق سنہ ۱۰۲۸ع) درج ہے - یہ کتبہ ایک پتھر پر ہے '

---

[۱]—کتبات ہند - جلد ۱۷ ' صفحہ ۷۱ و ۷۲ -

جس کا بالائی حصہ کندہ کاری سے مزین ہے ۔ وسط میں ایک مندر ہے - مندر میں ایک لنگ استھاپن کر رکھا ہے اور اوپر ایک کلس والا گنبد بنا ہوا ہے - گنبد کے دونوں جانب ایک ایک چوری ہے- خاص مندر کی دھنی طرف ایک بھگت اکڑو بیٹھا ہے ' جس کا منھ مندر کی جانب نہیں بلکہ سامنے کو ہے - اُس سے ذرا اُوپر ایک دائرے میں دو مچھلیاں ہیں ' اور اُن سے ذرا اُوپر چاند ہے - خاص مندر کی بائیں طرف ایک گاے کھڑی ہے ' اور بچھڑا اُس کا دودھ پی رہا ہے- گاے سے ذرا اوپر ایک ہل ہے' اور اُس سے اُوپر سورج - کندہ کاری کی یہ ذرا ذرا سی تفصیلات بہت کارآمد ہیں ' کیوں کہ اُن سے دیہات کے طرز زندگی پر روشنی پڑتی ہے - اصل پٹہ ایک مندر کے لیے معافی نامہ ہے ' اور یہ جاگیر دھان کے چند کھیتوں اور بارہ مکانوں پر مشتمل ہے - اُس کی آمدنی کا کچھ حصہ مندر کے دیوتا کے اخراجات کے لیے ہے ' کچھ حصہ اُن متھوں کے لیے ہے ' جن میں مذھبی تعلیم دی جاتی تھی - ایک حصہ (غالباً مندر کے) نفیری بجانے والوں کے لیے اور کچھ حصہ جس میں مکان بھی شامل ہیں نقارچیوں کے لیے ہے - یہ بھی مندر کی سیوا کرتے تھے - یہ بات قابل ذکر ہے کہ تپسیوں کو پاکیزگی و تجرد کی قسم پر قائم رہنےکی سخت تاکید کر رکھی ہے [۱] -

مسلمانوں کے ہندؤں سے تعلقات

اِس مضمون کے متعلق بحث ختم کرنے سے پہلے یہ بتا

[۱]—کتبات ہند - جلد ۱۵ ' صفحہ ۳۲۹ لغایت ۳۳۴ -

دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان وادی گنگا میں فاتحین کی حیثیت میں داخل ہونے سے بہت مدت پہلے خال خال جنوبی ہند کے ساحل پر پھیلے ہوئے تھے - جنوبی ہند کی وسیع راشٹر کوٹ سلطنت سے عرب بخوبی واقف تھے - اُنہوں نے وہاں کے راجہ کا نام بلہرا (ولبھہ رائے) لکھا ہے - مسعودی (جو سنہ ۹۵٦ ع کے قریب فوت ہوا) لکھتا ہے :—'' سندھ اور ہند کے راجاؤں میں سے کوئی بھی مسلمانوں کی عزت بلہرا سے زیادہ نہیں کرتا تھا ' اِس کی سلطنت میں اسلام کی عزت اور حفاظت کی جاتی ہے [۲] ''
ظاہر ہے کہ جنوبی ہند میں تو ہندو مسلمانوں کے تعلقات تجارت اور جہازرانی کے باعث خوشگوار تھے ' لیکن شمالی ہند میں جنگی تصادم کی وجہ سے اُن کی حالت بالکل برعکس تھی -

---

[۱]—الیٹ - جلد ۱ ' صفحہ ۴۲ -

لکچر چہارم

(چودھویں صدی عیسوی)

معاشرتی خصوصیات

ہند وسطیٰ کا تیسرا دور چودھویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے - اُس وقت تک مسلم اقتدار ہندوستان کے طول و عرض میں قائم ہو چکا تھا - سلاطین دھلی کی سلطنت مستحکم ہو چکی تھی ' اور اُس کا اثر و اقتدار دور دور تک پھیل گیا تھا - لیکن اُس وقت رسل و رسائل اور آمد و رفت کے وسائل ایسے نہ تھے کہ کوئی مرکزی حکومت اِس قدر دور دراز علاقوں پر ' جو ہر طرف ہزار ہزار میل سے بھی زیادہ پھیلے ہوئے تھے ' حسب دلخواہ اپنا سکہ بٹھا سکے - اِس کے علاوہ مسلمان جو مذہبی جوش کی رو میں وارد ہندوستان ہوئے تھے ' وہ بھی اپنی معاشرتی زندگی میں اِس قدر یکرنگی پیدا نہ کر سکے تھے کہ متفقہ طور پر کسی مرکزی حکومت سے وفادارانہ متابعت کا رشتہ جوڑ لیتے - مختلف نسلوں کے مسلمان ' مثلاً ترک ' افغان ' ایرانی ' عرب ' منگول اور مختلف قبائل کے اسلام لانے والے ہندوستانی ابھی کسی متحدہ تمدن پر مجتمع نہ ہوئے تھے ' جس سے وہ متفقہ طور پر کسی وسیع اور مضبوط مرکزی حکومت کی پشت و پناہ بن سکتے -

اور پھر ہندوؤں سے بھی اُن کے تعلقات ابھی تک کچھ دلی
محبت کے نہ تھے - جہاں تک حکومت اور ملک گیری کا تعلق
ہے ، مسلمانوں کے ہندوستان کو فتح کرنے سے پہلے راجپوت
ہندوؤں کی باقی تمام قوموں پر فوقیت حاصل کر چکے تھے -
مسلمانوں کی آمد کے بعد بھی راجپوتوں کے ادارات اور آئین
شجاعت میں عمل ارتقا جاری رہا ، اور کہا جا سکتا
ہے کہ اُس وقت ہندو آبادی کا شجاع طبقہ یہی تھا -
ہندوستان کے ہندو ودوان اور پنڈت اب پچھلی صفوں
میں آ گئے تھے ، لیکن حکمران طاقت کا اثر اُن پر بھی
پڑ رہا تھا - مسلمان درویش اور صوفی تمام ملک میں
پھیلے ہوئے تھے ، اور اُن کا اثر ہندوؤں کے خیالات پر
بالواسطہ ، اور ملک کی سیاسی و معاشرتی زندگی پر براہ
راست پڑ رہا تھا - بالواسطہ اثر کے کچھ نقوش "بھکتی"
کے اصول میں نظر آتے ہیں ، جو جدید ویشنو مت اور جدید
شیومت میں آ داخل ہوا تھا ، اور پھر اُن مخالفانہ تحریکوں
میں بھی دکھائی دیتے تھے ، جو اُن دونوں متوں کے خلاف
بپا کی گئیں ، اور جن کے باعث ذات پات کی تمیز اور اُس کے
غیر معاشرتی پہلو اور بھی مضبوط اور نمایاں ہوگئے اور
ذاتوں کی تعداد میں بے حد اضافہ ہوا - باقی رہا براہ راست
اثر ، وہ مختلف ہندوستانی قبائل کے گروہ در گروہ دائرۂ
اسلام میں داخل ہونے سے ظاہر ہے ، اور نیز اِس امر سے
کہ اس زمانے میں مختلف پنتھ اور مت متاثر منصۂ شہود
پر آئے ، اور سو دو سو سال بعد تک اپنا اثر پھیلاتے رہے - کبیر
اور گرونانک اُن مذہبی و معاشرتی مصلحین کے طویل سلسلے

میں سے دو نمایاں ترین مثالیں ہیں، جنہوں نے جدید ہندوستان کے لیے راستہ تیار کیا -

اسناد

یہ زمانہ ترتیب و تجدید کا زمانہ تھا، جس کی سرگرمیاں ہندوستانی زندگی کے متعدد شعبہ‌جات پر حاوی تھیں - اس لیے اِس دور کے متعلق اسناد و شواہد کثیر تعداد میں موجود ہیں، اور اِس کثرت کے باعث انتخاب کا کام دشوار ہو جاتا ہے - اُس عہد کے نقادانہ مطالعے میں جس قدر غور و خوض صرف ہونا چاہیے، اب تک نہیں ہوا - اگرچہ یہ بات کسی قدر بعید از فہم اور اِجتماعِ ضدین معلوم ہوتی ہے، لیکن حقیقت میں مطالعے کی اِس خامی کا باعث یہی کثیر مسالا ہے، جو آسانی سے دستیاب ہوسکتا ہے - اُس وقت کے علم ادب اور عام قصہ کہانیوں پر کافی توجہ صرف نہیں ہوئی، اور نہ اِس امر کے متعلق کافی تحقیق و تدقیق کی گئی ہے کہ مذہبی تحریکات کا ملک کی معاشرتی اور اقتصادی زندگی پر کیا اثر پڑا - ایسی تحقیق بہت سے امور پر روشنی ڈالنے کا ذریعہ بن سکتی ہے، جو اب تک پردۂ تاریکی میں ہیں - اِس لکچر میں ہم صرف معدودے چند اسناد پر نظر ڈال سکتے ہیں جن سے ہند وسطیٰ کے اواخر کا صحیح صحیح نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے - اُس زمانے کی بھاٹ شاعری کا مطالعہ چند بردے کی پرتھوی راج راسو میں اور داستانوں کے اُس طویل سلسلے میں کیا جاسکتا ہے، جو صوبجات متحدہ میں کوچہ گرد

گویے برسات کے موسم میں گاؤں گاؤں گاتے پھرا کرتے ھیں ' اور جو آلہا کھانڈ کے نام سے موسوم ھے - بھاٹ شاعری اور بلمساولی پر ٹاڈ صاحب کی تصنیف راجستھان سے بھی کافی روشنی پڑتی ھے - ٹاڈ راجستھان کا ایک گراں قدر اڈیشن حال ھی میں مسٹر ڈبلیو ' کروک نے شائع کیا ھے - مسٹر ڈبلیو کروک (W. Crooke) کے نام سے آپ میں سے اکثر حضرات آشنا ھونگے - وہ انھیں صوبجات میں سول سروس کی گذشتہ نسل کے ایک ممتاز رکن تھے - جس مذھبی تحریک کے باعث جدید شیومت صوفیوں کے نقشبندی سلسلے کے قریب آگیا ' اُس کی اعلی مثال کشمیر کی ملہمہ للا (لال دید') کی تصنیف میں موجود ھے - للا چودھویں صدی عیسوی میں گزری ھے ' جبکہ اُس کے وطن میں اسلام کی کشش عالمگیر ھورھی تھی - اُس کی تصنیف کے اُس عالمانہ اڈیشن (للا واکیانی) کے علاوہ جو سرجارج گریرسن (Sir G. Grierson) نے مرتب کیا ھے ' ایک منظوم انگریزی ترجمہ بھی موجود ھے ' جو سر رچرڈ ٹیمپل (Sir Richard Temple) نے شائع کیا ھے - اُنھوں نے اُس پر ایک نہایت قیمتی مقدمہ بھی لکھا ھے ' جس سے ھندوستان کی چودھریں صدی عیسوی کی مذھبی فضا ایک نئی روشنی میں نظر آنے لگتی ھے - سیاحوں میں سے اِبن بطوطہ قابل ذکر ھے - پیرس کی سوسیٹے ایشیاٹیک (Societe Asiatique) نے اِس کے سفرنامے کا ایک قابل تعریف اڈیشن مع فرانسیسی ترجمہ زیر ادارت سی - ڈفریمری (C. Defremery) و ڈاکٹر بی - سی - سینگوئی نیٹی (Dr. B. C. Sanguinetti) چار جلدوں میں شائع کیا ھے -

یہ مشرقی سیاحوں کا شہنشاہ مغربی سیاحوں کے اُس شہنشاہ مارکوپولو سے ثلث صدي بعد ہندوستان میں آیا تھا، جس کی تصنیف کا مطالعہ کرنل یول (Col. Yule) کے بیش بہا اڈیشن میں کیا جاسکتا ہے - مصري سیاح شہاب الدین ابوالعباس احمد نے بھی دہلی کا تغلق دربار قریباً اُنھیں ایام میں دیکھا تھا - اُس کے قلم سے شہر، اہل شہر، دربار اور اُس زمانے کی معاشرتی زندگی کے متعلق ایک اعلیٰ پایہ کا بیان موجود ہے - اُس کے بعد ہندوستان کے مسلمان مؤرخوں، مثلاً فرشتہ، برنی اور عفیف وغیرہ کی تصانیف اور سلطان فیروز شاہ تغلق کی مختصر سی خود نوشت سوانح عمري "تاریخ فیروز شاہی" آتی ہیں - امیر خسرو دہلوی کی تصنیفات میں بھی زندگی کے متعدد پہلوؤں کی واضح تصویریں ملتی ہیں، جو خاص مؤرخوں کی تحریروں میں دستیاب نہیں ہوتیں - امیر خسرو کی تصنیفات کا مطالعہ کرنا چاہو، تو وہ اعلیٰ پایہ کے اڈیشن موجود ہیں، جو علی گڑھ سے اعلیٰ حضرت نظام دکن کی سرپرستی میں شائع ہوئے ہیں - میں آپ کو دو داستانوں یعنی "دیول رانی خضر خاں" اور "قران السعدین" پر خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں - سکوں اور کتبوں کی بھی ایک کثیر تعداد موجود ہے - اِس شعبہ کے مطالعے میں ہمیں کتباب اسلامیۂ ہند (Epigraphia Indo-Moslemica) اور مسٹر ای ٹامس کی تصنیفات سے بہت مدد ملے گی -

راجپوتوں کے آداب و اطوار

قنوج کی راجکماری

چند بردے کی نظم اور آلہا کھنڈ اگرچہ دونوں کے دنوں بارھویں صدی کے واقعات کے متعلق ھیں، لیکن جس حالت میں اب دستیاب ہوتے ھیں اُس میں بہت سا ایسا مسالا بھی شامل ھے، جو بعد میں تیار ھوا - آلہا کھنڈ جس حالت میں سینہ بہ سینہ چلا آیا ھے، غالباً بحیثیت مجموعی تیرھویں اور چودھویں صدی کے راجپوتوں کے اوضاع و اطوار اور طرز زندگی کا آئینہ ھے - پرتھوی راج کے اپنی دلھن کو حاصل کرنے کی داستان سے راجپوتوں کی معاشرتی زندگی پر خصوصیت سے روشنی پڑتی ھے، اِس لیے میں آپ کی اجازت سے یہ داستان مختصر الفاظ میں بیان کرونگا، تاکہ آپ کے دل میں اُس پرجوش بھاٹ شاعری کے مطالعے کی خواھش پیدا ھو، جس سے راجپوت درباروں کے آداب و رسوم کی مکمل تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ھے - جدید تحقیقات سے معلوم ھوتا ھے کہ قنوج کا راجہ جے چند راتھور تھا - لیکن گھرواڑوں اور راتھوروں کا چولی دامن کا ساتھ تھا، اور کسی نسلی یا تاریخی وجہ سے بھاٹ شاعری میں والی قنوج کو ھمیشہ راتھور ھی کہا گیا ھے - جے چند کی ایک خوبصورت راجکماری سنجوگتا تھی، جو شادی کے سن کو پہنچ چکی تھی - راجہ نے سوئمبر رچانے کا ارادہ کیا، تا کہ سنجوگتا خود اپنا شوھر منتخب کرلے - سوئمبر کی رسم اُس زمانے میں عام نہ تھی، لیکن جو راجہ سوئمبر

رچاتا ' اُس کے متعلق سمجھا جاتا تھا کہ اپنی بیٹی کی شادی کے متعلق اِس قسم کی رسم ادا کر کے یہ راجپوتوں میں فوقیت و برتری کا مدعی ہے - سوئمبر میں دور و نزدیک کے تمام راجپوت راجاؤں اور راجکماروں کو مدعو کیا گیا - دھلی کے مشہور و معروف چوھان راجہ پرتھوی راج کو بھی دعوت دی گئی تھی - لیکن پرتھوی راج کا خیال تھا کہ راجا جے چند نے سوئمبر کا دربار منعقد کرنے میں بےجا جسارت سے کام لیا ہے - چنانچہ وہ شادی کے خواھشمند کی حیثیت سے شامل دربار نہ ہوا ' بلکہ تہیہ کر لیا کہ جے چند کی راجکماری کو زور بازو سے اپنی دلھن بناؤنگا -

عشق کی بے راہ روی

دربار منعقد ہوگیا - راجے اور راجکمار آئے ' اور اپنے اپنے سنگھاسن پر بیٹھ گئے - لیکن چوھان کا سنگھاسن خالی رھا - یہ دیکھ کر جےچند نے اِس ھتک کا بدلہ لینے کی ٹھانی اور پرتھوی راج کا بت دربان کی شکل میں بنوا کر دروازے پر کھڑا کر دیا ' جس سے یہ ظاھر کرنا مقصود تھا کہ پرتھوی راج ایسی ھی ادنیٰ خدمت کے قابل ہے - لیکن اُس نے اپنی راجکماری کے جذبات کا اندازہ نہ کیا تھا - وہ جےمال ھاتھ میں لیے سوئمبر میں آئی ' جو اُسے اپنے منتخب کردہ شوھر کے گلے میں ڈالنی تھی - دربار میں جتنے راجہ اور راجکمار جمع تھے ' وہ سب کے پاس سے گزرگئی ' اور دروازے پر جا کر جےمال دربان بت کے گلے میں ڈالدی - اِس پر تمام حاضرین دربار حیرت میں غرق ہوگئے ' اور دربار میں غم و غصہ کی

ایک لہر دوڑ گئی - "جے چند" کا غصہ بھڑک اٹھا - اُس نے راجکماری کو بندی خانے کے برج میں بھجوا دیا ، اور راجے اپنے گھروں کو سدھارے" -

عشق کا قاصد بھیس بدلے ہوئے

اِسی دوران میں پرتھوی راج کے دربار سے ایک عورت روانہ کی گئی ، کہ قنوج کی راجکماری کے اغوا کے لیے راستہ تیار کرے - وہ مردانہ لباس پہن کر قنوج آئی - لیکن " ناک میں طلائی پھول پڑا رہ گیا ، جو صرف عورتیں ہی پہنتی ہیں" اور اُس کے بھیس کا راز فاش ہوگیا - لیکن اِس انکشاف سے بھی اُس کے اوسان خطا نہ ہوئے - کہنے لگی ، میں دہلی کے مہاراج کی داسی ہوں ، اور اُس کے ہاں سے بھاگ آئی ہوں - اب آپ سے دستگیری کی درخواست کرتی ہوں - مجھے پوری توقع ہے کہ قنوج کا مہاراجہ ایک ستم رسیدہ مفرور داسی کو مایوس نہ کرے گا - جے چند نے سوچا کہ داسی کے دل میں اِس وقت پرتھوی راج کے خلاف جذبۂ انتقام زوروں پر ہوگا ، چنانچہ اِس نے اُسے بندی خانے میں راجکماری کی نگہبانی اور " اُس کے دل سے پرتھوی راج کے خیال کا روگ مٹانے کے لیے" مامور کر دیا -

پرتھوی راج کا بذات خود موقع پر آنا

دہلی میں پرتھوی راج نے اپنے کبی چند بردے سے مشورہ کیا ، تو اُس نے صلاح دی کہ فوراً قنوج کی جانب چل دینا چاہیے - چند بردے کو تو تمام راجپوت درباروں میں پہچانتے

تھے ، لیکن پرتھوی راج نے اُس کے ملازم کا بھیس بنا لیا ، اور معتمد آدمیوں کو ہمراہ لےکر قنوج کو روانہ ہوا - قنوج کے دربار میں پہنچ کر پرتھوی راج نادانستہ اپنے کنگن والے ہاتھ سے مونچھوں کو تاؤ دینے کو تھا - یہ جنگجو راجپوتوں کی مخصوص حرکت تھی ، جس سے وہ کسی کو مقابلے کے لیے للکارا کرتے تھے - لیکن چند بردے نے عین وقت پر اشارے سے منع کر دیا ، اور اِس طرح اِس کے بھیس کا راز فاش ہونے سے بال بال بچ گیا -

قنوج کے مہاراجہ نے چند بردے کی مناسب آؤ بھگت کی جس کا وہ بحیثیت سفیر مستحق تھا ، اور پھر اُس سے پوچھا کہ دہلی کا راجہ کس قسم کا آدمی ہے - کبی نے اِن پر معنی لفظوں میں جواب دیا ، جو درحقیقت درست بھی تھا :—

" جس قدر قد و قامت کا یہ میرا سیوک ہے ، ویسا ہی دہلی کا راجہ ہے - وہ ایک بہادر چوہان ہے - تقدیر کی نیرنگیوں کی اُسے ذرا بھی پروا نہیں ، اور موت کو سامنے دیکھ کر ہنس دیتا ہے " چند نے مناسب احترام سے اُنھیں اُن کی جاے قیام پر بھیج دیا ، جو ایک باغ میں تھی -

نامہ و پیام

باغ میں ایک مچھلیوں کا حوض تھا - کبی کا بیان ہے کہ دہلی کا مہاراجہ اِس قدر فیاض تھا کہ اُس نے مچھلیوں کے پیٹ بھرنے کے لیے اپنے ہار کے موتی اُن کے سامنے پھینک دئے - سنجوگتا نے یہ واقعہ دریچے میں سے دیکھ لیا ، اور مفروضہ

معرفو خادمہ کے ہاتھ موتیوں کا ایک طلائی تھال لبالب بھر کر بھیجا - اِس طرح طالب و مطلوب میں پیام و سلام کا سلسلہ اور رشتۂ الفت قائم ہوگیا -

راجپوت کی دعوت مقاومت

دوسرے دن صبح کے وقت جےچند نے چند بردے کو بہت سے تحائف دے کر رخصت کیا ' جو ایک عظیم‌الشان مہاراجہ کی شان کے شایاں تھے ' یعنی مرجان ' موتیوں اور جواہرات کی لڑیاں ' "شال ' دوشالے ' رومال اور مرصع خلعت ' پگڑی ' کلغی اور انگوٹھی ' تیس ہاتھی اور دو سو راہوار "- پرتھوی راج نے ملازم کی حیثیت سے پان کا بیڑا تیار کیا - کہنے کو تو یہ مہاراجہ قنوج کی عنایات پر بطور شکریہ پیش کیا گیا تھا ' لیکن اُس میں ایک گہرا رمز بھی پنہاں تھا - اُس نے بیڑے میں پان کے پانچ پتے رکھے ' اور اِس طرح گویا ایک راجپوت کی طرف سے دوسرے راجپوت کو مقابلہ کی دعوت دی گئی - اِس کے علاوہ پرتھوی راج نے اپنے مطلب کی مزید وضاحت کے لیے جےچند کا ہاتھ اِس زور سے دبایا کہ اُس کے ناخنوں سے خون بہ نکلا - اب راز تو کھل ہی گیا تھا ' اعلان جنگ ہوگیا - راتھور بہادروں کو جمع کرنے کے لیے طبل جنگ پر چوب پڑی - فرمان جاری ہوگیا کہ دہلی والوں میں سے ایک بھی زندہ بچ کر نہ جانے پائے ' سب کو تہ تیغ کردو -

طالب و مطلوب کی ملاقات

سنجوگتا نے اپنے جواہر و زیورات جمع کیے ' اور شاہانہ

لباس زیب بدن کرلیا - پھر کسی نہ کسی طرح پرتھوی راج کے پاس جا پہنچی - ہاتھ میں طلائی عود دان لےکر پرتھوی راج کے سر کے گرد پھرایا کہ نظر بد سے محفوظ رہے - پھر اُس کے چہرے کو پھولوں کی پنکھیا سے ہوا کرکے اپنی نسوانی عقیدت و وفاداری کا تحفہ پیش کیا ' اور پان کا ایک نفیس بیڑا دےکر محبت کا پیمان باندھا - لیکن ساتھ ہی اُسے خبردار بھی کردیا کہ "جےچند کے پاس ایک جرار لشکر ہے ' اور تیرے ساتھ اِس وقت گنتی کے بہادر ہیں" - پرتھوی راج نے جواب دیا ' "گل شیرین من ' کچھ خوف نہ کیا ' اگرچہ میرے ساتھ بہت تھوڑے آدمی ہیں ' لیکن میری یہ تیغ جوہردار اُس لشکر جرار میں سے راستہ نکال کر تجھے دہلی کے راج محل میں پہنچا دےگی" - اب راجکماری پالکی میں سوار ہو کر اُس کے ساتھ بھاگ چلنے کے لیے تیار ہوگئی - پرتھوی راج نے قنوج سے شمال کی جانب چھ میل کے فاصلے پر جا کر ڈیرے ڈال دیے ' اور بادرفتار ہرکارہ دہلی روانہ کیا کہ میرے لشکر کے جری بہادروں کو لے آؤ تاکہ وہ قنوج کے راٹھوروں سے لڑتے بھڑتے راجکماری کو دہلی لے چلیں - چنانچہ ایک سو سولہ سورا بیر اپنے مہاراجہ پر جان نثار کرنے کے لیے آ موجود ہوئے - اُن کے پہنچتے ہی پرتھوی راج نے اپنے آدمیوں میں سے ایک کو بھیجا کہ راٹھوروں کو جنگ پر اُکسائے ' اور اِس طرح راجکماری کی پالکی کے لیے جنگ کی جائے -

دلہن کے لیے جنگ

دونوں طرف کے بہادر خوشی خوشی شریک جنگ ہوئے -

خرسنگھے پھونکے گئے، تلواریں بے نیام ہو کر چکا چوند کرنے لگیں - وہ گھمسان کا رن پڑا کہ دوست دشمن کی تمیز جاتی رہی - دن بھر ہنگامۂ قتل بپا رہا - " اُس روز اُنھوں نے اُس وقت تک خونریزی سے ہاتھ نہ کھینچا، جب تک سر پر ستارے نہ چمکنے لگے " - جے چاند نے حکم دیا کہ راجکماری کی پالکی میدان میں لا رکھو، تاکہ جسے فتح نصیب ہو، وہ پالکی اُٹھالے جائے - اِس کا مقصد یہ تھا کہ پرتھوی راج خود میدان میں آجائے اور میں اُسے قتل کرواڈالوں - چوہان بہادروں نے للکار کر کہا، " پالکی یہاں رکھدو، اور ٹھنڈے ٹھنڈے گھر کا راستہ لو " - اُدھر سے راٹھور دلاوروں نے جواب دیا، "جی - کیوں نہیں ذرا وہ پالکی کو دہلی لے جانے والے راجپوت سور بیر سامنے تو آئیں " ہر ایک بہادر نے دو دو تلواریں سنبھالیں، اور دونوں طرف کے بہادر موت کو کھیل سمجھ کر مصروف کارزار ہوگئے - پالکی خون سے اُسی طرح سرخ ہوگئی جیسے دلھن کے پاؤں حنا سے ہو رہے تھے - نیزوں اور تیر و کمان سے بھی کام لیا گیا - لیکن چوہانوں کا پلہ بھاری رہا، اور پالکی پانچ کوس اور دہلی کی جانب چلی -

دلھن دہلي پہنچتی ہے

لیکن قنوج والوں نے بھی جی نہ چھوڑا، رات دن برابر لڑتے لڑاتے چلتے رہے - پالکی کبھی تھوڑی دور دہلی کی طرف آجاتی اور کبھی قنوج کی جانب چلی جاتی - لیکن بحیثیت مجموعی یہ دہلی سے قریب تر ہوتی جاتي تھی - سوروں کے گھاٹ پر گنگا پار جاتے وقت ایک اور گھمسان کا

معرکہ ہوا - دونوں جانب کے منتخب بہادر ہاتھوں میں نیزے اور ڈھالیں لیے ایک کے مقابل ایک آکر مردانگی کے جوہر دکھانے لگے ، لیکن اب بھی میدان چوہانوں ہی کے ہاتھ رہا ، اور قنوج کی صفیں خالی ہوتی گئیں - خاص دہلی کے پھاٹک کے سامنے جو آخری معرکہ ہوا ، اس میں راٹھور فوج کے بچے کھچے سپاہی بھی کام آگئے - جوش مسرت میں چند بردے اور پرتھوی راج نے خود پالکی اٹھالی ، خوش خوش شہر میں داخل ہوئے - چند بردے ، جے چند کو مخاطب کرکے بولا ، " اگر تیرے تمام سپاہی کام آگئے ، تو پرتھوی راج کی بھی یہی حالت ہے ، اس لیے اب جنگ بے سود ہے ، امن سے گھر جا " - یہ ہے اس داستان کا انجام جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ راجپوت سور بیر کس طرح دلہن حاصل کیا کرتے تھے [۱] -

شیخ برہان راجپوتانہ میں

اِس بدبخت زمانے میں ہم ہندو مسلم مناقشات کے اِس قدر عادی ہوچکے ہیں کہ اُن بھلے دنوں کی یاد نہایت خوشگوار معلوم ہوتی ہے ، جبکہ راجپوتوں کے ایک بہت بڑے طبقے میں ایک مسلمان درویش کی قریباً پرستش ہورہی تھی ، اور وہ راجپوتانے میں دس ہزار مربع میل رقبہ کے ایک وسیع علاقے کا ہیرو بن گیا تھا ، حتیٰ کہ کل علاقہ بھی اُسی کے نام سے موسوم ہوگیا - جے پور کے مرزا راجہ (۱۶۲۵ع لغایت ۱۶۶۷ع) کے نام سے ہم بخوبی واقف ہیں ، لیکن اِس

[۱]—آلہا کھنڈ - صفحہ ۳۹ لغایت ۵٦ -

وقت میں ایک راجپوت " شیخ جی " کا ذکر کر رہا ہوں جو موکل جی کا فرزند تھا - موکل جی الور اور بیکانیر کے درمیان اُس علاقے کا راجپوت حکمران تھا، جو بعد میں شیخاوتی کے نام سے موسوم ہوا - یہ چودھویں صدی کے اواخر میں گزرا ہے - اُنھیں دنوں ایک پرہیزگار مسلم مبلغ شیخ برہان نے راجپوتوں کے دل و دماغ پر ایسا سکہ بٹھایا کہ وہ اُسے معجزات پر بھی قادر سمجھنے لگے - موکل نے شیخ سے ایک بیٹے کے لیے بنتی کی، اور جب اُس کے گھر لڑکا پیدا ہوگیا، تو اُس کا نام " شیخ جی " رکھا گیا - شیخ برہان کا مقبرہ وہاں اب تک مرجع خاص و عام ہے، اور شیخاوت راجپوتوں کے زرد جھنڈے کے اوپر درویش کا نیلا پھریرا لہراتا ہے - اِسی درویش سے اظہار عقیدت کے طور پر شیخاوت راجپوت جنگلی سور کا شکار بھی نہیں کرتے [۱] -

دہلی کا ایک کتبہ

اُن کتبوں میں سے جو سلاطین دہلی کے عہد حکومت پر روشنی ڈالتے ہیں، میں آپ کو صرف ایک کتبے کی جانب توجہ دلاؤنگا - یہ پالم کا کتبہ قلعۂ دہلی میں آثار قدیمہ کی عجائب گاہ میں موجود ہے - یہ ایک گاؤں کے کوئیں میں نصب تھا، جو موجودہ دہلی (شاہجہاں آباد) سے صرف بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے - اِس کی زبان سنسکرت ہے، البتہ آخری حصہ ایک مقامی زبان میں ہے، جو ہریانہ میں بولی جاتی تھی - یہ کتبہ فائر اور نقادانہ

---

[۱]—ٹاڈ - جلد ۳ - صفحہ ۱۳۷۸ لغایت ۱۳۸۲ -

مطالعے کا مستحق ہے - اِس پر سمت ۱۳۳۷ بکرمی (مطابق سنہ ۸۱—۱۲۸۰ع) درج ہے، جب کہ دہلی کے تخت پر سلطان غیاث الدین بلبن جلوہ افروز تھا - سنسکرت تحریر میں دہلی کو "ڈھلّی" اور مقامی زبان میں "ڈہلی" لکھا گیا ہے - اِس سے شہر دہلی کے ابتدائی نام پر کچھ روشنی پڑتی ہے - لیکن اِس کتبے کی حقیقی اہمیت اُن خیالات میں ہے، جن کا اظہار پنڈت یوگیشور اور اُس کے زیر اثر لوگوں نے ملک کے مسلمان حکمرانوں کے متعلق کیا ہے - اُس میں مسلمان حکمرانوں کو شاکاراجے لکھا گیا ہے اور اِن کے عہد حکومت کا تذکرہ شہاب الدین غوری سے ابتدا کر کے قطب الدین (ایبک)، شمس الدین (التمش) اور رضیہ بیگم کے عہد سلطنت کو شامل کرتے ہوئے وقت کے موجودہ حکمران پر ختم کیا ہے - رضیہ بیگم کے نام کی بجائے صرف اُن کا لقب جلال الدین مرقوم ہے - چونکہ بلبن بر سر حکومت آنے سے پہلے اپنے پیشرو کا وزیر تھا، اس لیے دونوں کے عہد سلطنت کی بہت تعریف و توصیف کی گئی ہے - حکمران کا ذکر اِن الفاظ میں کیا ہے :—

"وہ بادشاہ جس کی شاندار اور قابل تعریف حکومت میں تمام ملک مطمئن اور قانع ہے - بنگال کے گو شہر سے افغانستان کے شہر غزنہ تک اور دکن میں دراوڑ علاقہ اور رامیشور تک ہر جگہ ملک اِس طرح منور ہو رہا ہے، جیسے درختوں کی خوبصورتی سے موسم بہار میں زمین مزین ہو جاتی ہے - اور اِس بادشاہ کی خدمت میں جو متعدد راجے آتے جاتے ہیں، اُن کے مکٹوں سے گرے ہوئے جواہرات کی

چمک دمک پھیل جانے سے سارا ملک جگمگا رہا ہے"۔

فوجوں کی قوت اور نقل و حرکت کے متعلق لکھا ہے کہ گنگا کے دھانے سے سندھ کے دھانے تک بحر تا بحر تمام ملک پر حاوی تھیں، اور اُن کی بدولت ہر شخص امن و سلامتی سے دن بسر کر رہا تھا۔ رسالے کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے۔ مدح گو کہتا ہے کہ "جب سے اِس سلطان ذی شان نے دنیا کا بوجھ اپنے کندھوں پر لے لیا ہے، دنیا کو سہارا رکھنے والے شیش ناگ دھرتی کے بوجھ سے سبکدوش ہو بیٹھے ہیں.........اور وشنو بھگوان جہان کی نگہبانی کا خیال چھوڑ کر اطمینان سے دودھ کے سمندر پر محو استراحت ہیں"۔ آگے چل کر یہ کتبہ بتاتا ہے کہ "اِس سلطان کے عہد معدلت مہد میں، جو سیکڑوں عالی‌شان شہروں کا والی ہے، ڈھلی کا دلفریب شہر خوشحال اور فارغ البال ہے۔ یہ شہر دھرتی ماتا کی طرح بے شمار جواہرات کا خزانہ ہے، سورگ دھام کی طرح عیش و مسرت کا ٹھکانا ہے، پاتال کی مانند شہ‌زور دیتوں کا مسکن ہے، اور مایا کی طرح دلکش و دلفریب ہے"۔ جس ٹھاکر نے یہ بافراط میٹھے پانی کا کنواں بنوایا تھا، اُس کا کچھ ذاتی حال بھی مرقوم ہے۔ اُس کی تین بیویاں تھیں، سات لڑکے اور چار لڑکیاں۔ اُس نے متعدد وسیع آرام گاہیں تعمیر کروائی تھیں، جو غالباً شاہراہ اعظم پر تھیں [۱]۔

---

[۱]—کتبات اسلامیۂ ہند - سنہ ۱۴-۱۹۱۳ء صفحہ ۳۵ لغایت ۴۵ -

ابن بطوطہ کا بیان

مغرب الاقصیٰ کا سیاح ابن بطوطہ سنہ ۱۳۳۳ء سے سنہ ۱۳۴۶ء تک ہندوستان میں رہا - اُس نے ہندوستان کی جو تصویر الفاظ میں کھینچی ہے، وہ بہت مفصل اور دلکش ہے - چوں کہ میں نے ایک اور کتاب [۱] میں اُسے تفصیل سے بیان کر دیا ہے، اِس لئے اب یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں سمجھتا - بلکہ اُس کے صرف چند دلچسپ مقامات کا ذکر کروں گا، اور اِس کے بعد آپ کو اِس تصویر پر توجہ دلاؤں گا، جو ہمارے لئے امیر خسرو نے کھینچی ہے - ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان اور ملک کپچاق (متصل بحیرۂ ازاف) کے درمیان گھوڑوں کی تجارت خوب رونق پر تھی، اور یہ دونوں ملکوں میں اقتصادی تعلقات کا ایک ذریعہ تھی - ملک قبچاق میں ایک اچھا گھوڑا قریباً چار روپے کو مل جاتا تھا، لیکن ہندوستان میں اُس کی قیمت ایک سو سے دو ہزار روپیہ تک پڑ جاتی تھی [۲] - بڑے بڑے قافلے جن میں سے ہر ایک چھ ہزار گھوڑوں پر مشتمل ہوتا تھا؛ درۂ گومل کے راستے وارد ہندوستان ہوتے تھے، اور سرحد پر شہر ملتان اُن کے لئے سب سے بڑی تجارتی منڈی تھی - ڈاک کا انتظام اچھا تھا، اور دور دراز مقامات سے دارالسلطنت تک بلاناغہ اور جلد خبریں پہنچ جاتی تھیں [۳] - خطۂ سندھ میں دریائے سندھ پر

---

[۱]— تین مسافر - صفحہ ۳۲ لغایت ۶۲ -

[۲]— بطوطہ - جلد ۲ - صفحہ ۳۷۱ لغایت ۳۷۲ -

[۳]— ایضاً - جلد ۳ - صفحہ ۹۵ و ۹۶ -

کشتیوں کے ایک خاصے بیڑے کا مستقل انتظام تھا [۱] -
سلطان (محمد شاہ تغلق) اپنے دارالخلافہ دہلی میں خوب
شان و شوکت سے جلوہ افروز تھا - وہ انعام و اکرام دینے میں بڑی
فراخدلی سے کام لیتا تھا [۲] - اُس کی والدہ نے بھی خیرات
کا وسیع سلسلہ قائم کر رکھا تھا ' اور غربا کے لیے خیرات خانے
اور وقف مقرر کر دیے تھے - مالی لحاظ سے سلطان کا طرز عمل
یہ تھا کہ جہاں تک ممکن ہو ' تجارتی محصول موقوف
کر دیے جائیں ' اور اِس طرح تجارت کو ترقی دی جائے [۳] -
دریائے سندھ کے دہانے اور ساحل کاتھیاواڑ کی وسیع بندرگاہوں
کی معرفت اور جنوب میں ساحل مالابار کی بندگاہوں سے
بڑے وسیع پیمانے پر بحری تجارت ہوتی تھی- کھمبایت ایک
خوبصورت اور خوشحال شہر تھا ' اور حبشی لوگ اپنی
بحری مہمات کے لحاظ سے اِس وقت بھی ویسے ہی ممتاز
تھے [۴] جیسے اِس کے بعد مغلوں کے عہد میں نظر اتے تھے -
ساحل مالابار کی بندرگاہوں پر چینی جہازوں کی (جن کو
جنک کہتے ہیں) آمد و رفت پائی جاتی تھی [۵] - بنگال
میں اگرچہ سیاسی حالت اطمینان‌بخش نہ تھی ' لیکن
یہ ارزانی اور فراوانی کا خطہ تھا - ملک میں طاعون نے بھی
ڈیرے ڈال رکھے تھے [۶] - قحط سالی میں قحط زدگان کی

[۱]—بطوطہ - جلد ۳ - صفحہ ۱۰۹ -
[۲]—ایضاً - جلد ۳ - صفحہ ۲۴۶ -
[۳]—ایضاً - جلد ۳ - صفحہ ۲۸۸ -
[۴]—ایضاً - جلد ۴ - صفحہ ۵ لغایت ۶۵ -
[۵]—ایضاً - جلد ۴ - صفحہ ۹۱ -
[۶]—ایضاً - جلد ۳ - صفحہ ۳۳۴ -

امداد کرنے کے لیے معقول انتظام تھا - سرکاری عہدہ‌دار فہرستیں تیار کرتے تھے ، اور شہروں میں باقاعدہ امداد بہم پہنچانے کے لیے اُنھیں مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا - بوڑھا ہو یا بچہ ، آزاد ہو یا غلام ، ہر قابل امداد شخص کو سرکاری غلہ خانے سے ایک سیر غلہ روزانہ دیا جاتا تھا [۱] -

امیر خسرو کے زمانے کی دھلی

امیر خسرو (سنہ ۱۲۵۳ لغایت ۱۳۲۵ع) نے دربار اور حکمران جماعتوں کے ادبی حلقوں کی معاشرتی زندگی کا جو نقشہ کھینچا ھے ، اُس میں بہت سے دلچسپ پہلو ھیں ، لیکن ساتھ ھی زوال و انحطاط کے آثار بھی نظر آتے ھیں - دلکش پہلوؤں میں فراخدلانہ مہمانداری ، آرائش و زیبائش ، فنون لطیفہ کے شوق و شغف اور اھل علم و فضل کی قدر و منزلت کا ذکر کیا جاسکتا ھے - تصویر کا دوسرا رخ باھمی رشک و حسد ، سخت ترین سزاؤں ، تخت کی وراثت کے متعلق عدم اعتماد ، عشرت پسندی ، انتہا کی شراب نوشی ، عیاشی اور اخلاقی پستی میں نظر آتا ھے - شمال مغرب سے منگول حملے بہت بڑی حد تک معاشرتی اور سیاسی زندگی کی بنیادیں کمزور کرنے کا باعث ہوئے - خسرو کچھ عرصہ منگول لوگوں کی قید میں رہ چکے تھے ، اور اُن کا ذکر اُنھوں نے کچھ مذمت آمیز الفاظ میں کیا ھے - لکھتے ھیں ، کہ یہ لوگ پولادتن و پنبہ پوش تھے ، اُن کی چھوٹی چھوٹی نیلگوں آنکھیں ، چپٹی ناکیں ، کشادہ نتھنے ، چوڑے چکلے

---

[۱] — بطوطہ - جلد ۳ - صفحہ ۲۹۰ -

چہرے، کچھا داڑھیاں اور لمبی لمبی مونچھیں اُن کی
سخت و درشت گرگ فطرتی کے ظاہری آثار تھے [۱] - خسرو
جس شہر دہلی کا بیان کر رہے ہیں، وہ شرقاً غرباً دریا سے
پہاڑوں تک اور جنوباً شمالاً (قطب کے نزدیک) لال کوٹ سے اُس
مقام تک پھیلا ہوا تھا، جہاں بعد میں فیروزآباد تعمیر ہوا۔
شہر کی سب سے بڑی تین تعمیرات جامع مسجد، ماذنہ
اور وسیع سرکاری ذخیرۂ آب تھیں، جس سے شہر میں صاف
پانی بہم پہنچایا جاتا تھا - جامع مسجد میں ایک وسیع
کھلا صحن تھا، اور نو گنبد اور متعدد محرابدار ستون بنے
ہوئے تھے - ماذنہ سے اُن کی مراد غالباً قطب مینار ہے، نہ کہ
علائی مینار، کیوں کہ وہ کبھی پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا
تھا - امیر خسرو کہتے ہیں کہ اِس ماذنہ کی نچلی منزلیں
سنگ سرخ کی تھیں - سب سے اوپر کی ایک منزل سنگ
مرمر کی تھی، جس پر گنبد اور طلائی کلس بنا ہوا تھا -
بعد میں اوپر کا حصہ بجلی گرنے سے خراب ہو گیا تھا (یہ
فیروز تغلق کے عہد کا واقعہ ہے، لیکن اُس نے اُسے مرمت کروا
دیا تھا) - سرکاری ذخیرۂ آب قطب مینار سے دو میل یا کچھ
زیادہ شمال کی جانب تھا - اِس کے چاروں طرف پہاڑی
زمین دیواروں کا کام دیتی تھی - مینھ کا صاف پانی روک
رکھنے کے لیے ڈھلوان کی جانب ایک بند بنا رکھا تھا -
عین وسط میں ایک چبوترہ تھا، جس پہ سیر و تفریح کے لیے
ایک وسیع راوٹی بنی ہوئی تھی - دہلی والے اکثر اِس راوٹی
میں بغرض تفریح آیا کرتے تھے، اور جب اُنھیں شہر سے

[۱]—قران السعدین - تمہید صفحہ ۳۲ لغایت ۳۸ - متن صفحہ ۹۱ لغایت ۹۶

باہر نکل کر تفریح و تفنن کی خواہش ہوتی ، تو پہاڑوں پر بھی ڈیرے ڈال دیا کرتے تھے [۱] -

امیر خسرو کے باپ ترک تھے اور ماں راول راجپوت - آپ پٹیالے میں پیدا ہوئے تھے - باپ کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اُٹھ گیا ، اور ماں کے اثر و تربیت نے اُنہیں مادرِ ہند کا سپوت کہلانے کا مستحق بنا دیا ، جو اپنے ہندوستانی ہونے پر نازاں تھا - اگرچہ میر خسرو فارسی زبان میں لکھتے تھے ، لیکن ہندی اور ترکی سے بھی بخوبی واقف تھے - اُنھوں نے اپنی تصنیفات میں بہت سے ہندی الفاظ استعمال کیے ہیں -

مارکو پولو جنوبی ہند میں

معلوم ہوتا ہے کہ تیرھویں اور چودھویں صدی عیسوی میں جنوبی ہند کا طرز زندگی شمالی ہند سے بہت مختلف تھا - جنوبی ہند کے لوگ کپڑا برائے نام ہی پہنتے تھے ؛ لیکن سونے چاندی ، موتیوں اور جواہرات کے زیوروں سے لدے پھندے رہتے تھے [۲] - مشرق و مغرب دونوں جانب کے طویل ساحل بحر پر مختلف قوموں کے جہاز کثرت سے آتے جاتے رہتے تھے - اُن میں سے زیادہ تر چینیوں اور مسلمانان عرب و ایران کے ہوتے تھے - تنجور کے اِرد گرد کے علاقے میں اکثر با رونق بندرگاہیں تھیں ، اور نیگا پٹم کے قریب چینی طرز تعمیر کا ایک مندر چینیوں کی موجودگی اور ان کے اثر

[۱]—قرآن السعدین - متن صفحہ ۲۸ لغایت ۳۷ -

[۲]—مارکوپولو - جلد ۲ - صفحہ ۲۷۵ -

کا شاہد ہے [۱] - گھوڑوں کی تجارت جنوبی ہند میں سمند
کے راستے اور زیادہ تر عرب اور خلیج فارس کی بندرگاہوں
کے ساتھ ہوتی تھی - جنوبی ہند میں ایک ہی سلطنت
میں ہر سال دو ہزار گھوڑے سمندر کے راستے باہر سے آیا کرتے
تھے [۲] - شمالی ہند میں گھوڑوں کی بڑی تجارت جس قدر
خشکی پر تھی ' اُس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے - قبچاقی گھوڑے
عموماً بھاری بھرکم ہوتے تھے ' بخلاف اُن کے جو گھوڑے عرب اور
خلیج سے آتے تھے ' وہ نسبتاً ہلکے پھلکے اور تیز رفتار ہوتے
تھے - جزیرۂ لنکا میں فوجی سپاہی قریبا سب کے سب
غیر ملکی مسلمان تھے - مارکو پولو نے اُنھیں " ساراسن "
(شارقین) لکھا ہے - جنوبی ہند میں جوگیوں کی کثرت تھی '
یہ بڑے پرہیز گار تھے ' لیکن جو خوراک کھاتے تھے ' وہ اچھی
قسم کی ہوتی تھی ' اور یہ خوراک عموما دودھ چاول پر
مشتمل ہوتی تھی ' ہر مہینے میں دو بار یہ لوگ ایک تیز
عرق پیا کرتے تھے ' جس کی نسبت عام خیال یہ تھا کہ اِس سے
اُن کی عمر بڑھ جاتی ہے - مارکو پولو کا خیال تھا کہ یہ
عرق گندھک اور پارے کا مرکب ہے [۳] - لیکن ممکن ہے کہ
یہ دراصل بھنگ سے تیار کیا جاتا ہو - یہ لوگ بالکل ننگے
دھڑنگے پھرا کرتے تھے ' اور جسم پر گائے کے گوبر کی راکھ مل
لیتے تھے - اِن کا دعویٰ تھا کہ ہم بہت لمبی لمبی عمریں
پاتے ہیں ' اور ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق عام لوگوں کا

---

[۱]—مارکو پولو - جلد ۲ - صفحہ ۲۷۲ -
[۲]—ایضاً - جلد - ۲ - صفحہ ۲۸۴ -
[ ]—ایضاً - جلد ۲ - صفحہ ۳۰۰ -

اعتقاد تھا کہ یہ جوگی معجزات پر قادر ھیں [۱] - کھانا کھانے میں یہ لوگ تھالی اور کٹورا کے بجاے پتے استعمال کیا کرتے تھے - مارکو پولو کہتا ھے کہ یہ لوگ بڑے سنگدل ، مکار اور بے وفا تھے ، اور اُن کے مقابلے میں مغربی ساحل کے تاجروں کے متعلق لکھتا ھے ، کہ وہ بہت ھی صادق القول تھے [۲] -

معاشرتی عدم مساوات کے ازالے کی کوششیں

اِس دور میں تین بڑے زبردست اور ذی استحکام بادشاہ گزرے ھیں - (۱) علاءالدین خلجی (۱۲۹۵ع لغایت ۱۳۱۶ع) ، (۲) محمد شاہ تغلق (۱۳۲۵ع لغایت ۱۳۵۱ع) ، (۳) فیروز شاہ تغلق (۱۳۵۱ع لغایت ۱۳۸۸ع) - اُن کے عہد حکومت میں بہت سے اقتصادی تجربے کیے گیے - علاءالدین نے کسی قدر اشتراکیت پیدا کرنے کی کوشش کی - اُس نے غرور و تکبر اور سرمایہ داری کا قلع قمع کرنے کے لیے جاگیریں ضبط کر لیں اور امیر، غریب سب کو ایک سطح پر کر دیا - اشیاے خوردنی کی ارزانی کے لیے نرخ مقرر کر دیے ، اور بار برداری کو بھی با قاعدہ اور منظم کیا ، بلکہ اُسے حکومت کے ماتحت لانے کی کوشش کی - اُن احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے اُس نے سخت سے سخت سزائیں مقرر کیں - اگرچہ ضیاءالدین برنی نے اُن احکام کی بے حد تعریف کی ھے ، لیکن یہ امر مشتبہ ھے کہ جس بد بختی اور مصیبت کا یہ قلع قمع کیا چاھتا تھا آیا وہ واقعی دور ھو گئی یا اُس میں اور بھی اضافہ

---

[۱]—بطوطہ ، - جلد ۲ - صفحہ ۳۳ اور مابعد -

[۲]—مارکو پولو - جلد ۲ - صفحہ ۳۰۲ و ۲۹۹ -

هو گیا - اور اِس میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ اِن تما
احکام و قوانین کا اُس کی موت کے ساتھ هی خاتمہ هو گیا
اصل میں اُس نے ناداری کا ازالہ کرنے کی بجاے مال و دولت
صنعت و حرفت اور پیداوار کے ذرائع مسدود کر دے
شراب نوشی کی کلی ممانعت کے متعلق اُس کے احکام کس
وقت بھی حسب دلخواہ مؤثر ثابت نہیں هوئے [۱] -

سکّوں کے متعلق اصلاحات

پہلے ذکر هو چکا هے کہ محمد شاہ تغلق نے چنگ
اور معابر وغیرہ کے مختلف محصول موقوف کر کے تجارت
کو ترقی دینے کی کوشش کی تھی - ٹکسال اور سکوں
متعلق اُس کی مساعی تعریف و تحسین کی مستحق
هیں - اُس کے سکے شکل و صورت اور ساخت اور کاریگری
لحاظ سے اِس امر کے شاهد هیں کہ اُن پر خاص توج
مبذول هوئی تھی - اُس کے ۱۹۹ گرین وزن کے گول طلائی
دینار کے کناروں پر نمایاں لکیریں بنائی جاتی تھیں ' تاک
دغا باز لوگ اُسے ریتی سے رگڑ کر سونا حاصل نہ کر سکیں
نقرئی ٹنکے میں (جو ۶۴ جیتل کا هوتا تھا) ۱۷۵ گرین
خالص چاندی ڈالنے کے معیار پر عمل هونے لگا - اِس لحاظ
سے ٹنکہ اور آج کل کے روپیے میں جس کا مجموعی وزن
مع آمیزش کے ۱۸۰ گرین هے ' کچھ زیادہ فرق نہ تھا
اِسی معیار پر ٹنکے کی مختلف کسروں کی قیمت کے سکے
بھی بنائے گئے - اُس نے سن رکھا تھا کہ اُس زمانے میں

چین اور ایران میں " معیاری " سکوں کے علاوہ " علامتی " چلن (token currency) بھی بنائے جا رہے ہیں - چنانچہ اُس نے مختلف مقدار کی خام دھاتوں کی آمیزش سے یہی کام لینے کی کوشش کی - لیکن جب اُسے معلوم ہوا کہ اِس طرح بازار میں سکوں کی قدر و قیمت گھٹ رہی ہے ، تو یہ خیال ترک کردیا - اُس زمانے میں سونے اور چاندی کی مروجہ باہمی نسبت غالباً آٹھ اور ایک یا سات اور ایک کی تھی - اُس کے مقابلے میں آج کل اِن دھاتوں میں بائیس یا تیئیس اور ایک کی نسبت ہے - اُن دنوں دکن سے زرکثیر حاصل ہونے کے باعث شاہی خزانے میں سونے کی ریل پیل تھی [۱] -

مسئلہ بیکاري کے متعلق حکومت کی مساعی

فیروز شاہ تغلق نے اپنی رعیت کے مسئلہ بیکاری کو حل کرنے کے لیے ایک لائحۂ عمل تیار کیا تھا - بدقسمتی سے ہمیں اُس کی بہت کم تفصیلات معلوم ہیں - شہر کے تمام بیکار آدمیوں کو بادشاہ کی خدمت میں حاضر کیے جانے کا حکم تھا ، اور اُنھیں حسب قابلیت کام دیا جاتا تھا - اہل قلم کو سرکاري دفاتر میں نوشت و خواند کا کام مل جاتا تھا ، اور جن لوگوں میں تجارت کے متعلق کچھ سمجھ بوجھ نظر آتی ، اُنھیں خان‌جہاں کے سپرد کیا جاتا تھا - خان موصوف کے ماتحت غالباً رسد و دستکاري کے محکمے تھے - اُن کا تعلق مختلف صیغوں سے تھا ، مثلاً باورچی خانے ،

[۱]—ٹامس - صفحہ ۲۱۷ لغایت ۲۶۱ -

تازی خانے، شمع سازی اور پانی ٹھنڈا کرنے کے صیغے وغیرہ - ان محکموں کے سالانہ اخراجات تین لاکھ بیس ہزار روپیہ کی رقم کے ہوتے تھے - اُس وقت ایک روپیے میں آج کل کی نسبت کئی گنا زیادہ چیز مل جاتی تھی - اِس کے علاوہ توشہ خانہ اور فراشی کے صیغے بھی قائم تھے - اگر کوئی شخص کسی خاص امیر کی خدمت میں رہنے کا خواہشمند ہوتا، تو اُسے وہیں ملازمت دلا دی جاتی تھی [۱] -

خیراتی امداد اور تعمیرات عامہ

مزید برآں ایک " دیوان خیرات " بھی تھا - شفاخانہ یا صحت خانہ میں نہ صرف بیمار اور مصیبت زدہ لوگوں کا علاج معالجہ کیا جاتا تھا، بلکہ اُن کے کھانے پینے کے اخراجات کا کفیل بھی سرکاری خزانہ ہوتا تھا [۲] - یہ سب کچھ تھا، لیکن فیروز شاہ کی دوامی شہرت کا سب سے بڑا باعث اُس کی تعمیرات عامہ ہیں - اُس نے نہ صرف خود بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کروائیں، بلکہ اِس سلسلے میں ایک ایسا کام بھی کیا جس کی مثالیں ہندوستان میں کمیاب ہیں - یعنی وہ اپنے پیشرووں کے وقت کی تعمیرات کی مرمت کو اپنا اہم اور مذہبی فرض سمجھتا تھا - اُس نے بہت سے شہر، قلعے اور محل، آبپاشی کے بند، مساجد و مقابر، مدرسے اور سرائیں بنوائیں - باغ لگوائے، نہریں

---

[۱]—ایلیٹ - جلد ۳ - صفحہ ۳۵۵ لغایت ۳۵۷ -

[۲]—ایضاً - جلد ۳ - صفحہ ۳۶۱ -

کھدوائیں ' اور کئی پل تعمیر کروائے [۱] - اُس نے نہروں کا دوھرا سلسلہ قائم کیا ' اور اِس طرح اپنے نئے شہر حصار فیروزہ کے لیے (جو اب حصار کہلاتا ھے ' اور اِسی نام کے ضلع کا صدر مقام ھے) ستلج اور جمنا سے پانی لے آیا - نہروں کی وجہ سے زراعت میں بڑی ترقی ھوئی ' اور لوگوں کو میوہ جات پیدا کرنے کی ترغیب و تشویق ھوئی - اِن نہروں کا کھوج اب بھی مل سکتا ھے ' اور عہد انگلشیہ کی نہریں کھودتے وقت اِن سے کسی قدر فائدہ بھی اُٹھایا گیا ھے - اُس زمانے کے فقہا و علما سے بہت کچھ بحث مباحثے کے بعد فیروز شاہ نے آبپاشی پر پانی کے محصول عاید کرنے کے طریقے کی بھی ابتدا کی [۲] -

خاتمہ

اب ھم ھند وسطیٰ کی معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے چند پہلوؤں پر غور کرچکے ھیں - اگرچہ خوف طوالت اور تنگی وقت نے صرف جستہ جستہ مقامات پر سرسری نظر ڈالنے کی مہلت دی ھے ' لیکن اُمید ھے کہ کسی حد تک اِس موضوع کے متعلق دلچسپی پیدا کرنے اور آپ کو اِس امر کا یقین دلانے میں کامیابی ھوگئی ھوگی کہ ھمارے عہد وسطیٰ کی معاشرتی زندگی کے متعلق جتنا عام طور پر خیال کیا جاتا ھے ' اُس سے بہت زیادہ مسالا موجود ھے - ھمیں اُس کا مطالعہ نسلی ' فرقہ‌دارانہ اور مذھبی تعصب کی زنجیروں سے آزاد ھوکر نہایت انکسار اور فراخدلی سے

[۱]—ایضاً - جلد ۳ - صفحہ ۲۹۸ - لغایت ۳۰۱ -

[۲]—ایضاً - جلد ۳ - صفحہ ۲۹۸ - لغایت ۳۰۱ -

کرنا چاہیے - اِس طرح مطالعہ کرنے ، اور پھر اُس سے
نتائج بر آمد ہوں ، خواہ وہ کیسی ہی قلیل کیوں نہ ہوں
اُنھیں ہندوستانی پڑھنے والے لوگوں کی خدمت میں پیش
کرنے سے ہم قومی تعمیر کے کام کو بہت کچھ تقویت پہنچ
سکتے ہیں ، جس میں مستقبل کی تعمیر کے لیے ماضی
مضبوط بنیادوں کا کام لینے کی اشد ضرورت ہوتی ہے -

———

انڈکس

صفحہ

ابن بطوطہ ... ۸۲-۹۵-۱۰۰

اجنتا ... ۳۴-۳۸-۴۸

اُجین ... ۳۸-۴۰-۶۷

البیرونی ... ۵۴-۶۹-۷۱-۷۲

الور ... ۹۲

آلہا کھنڈ ... ۸۲-۸۴

انبیل ... ۷۳

انڈیا سوسائٹی ... ۳۴

ایران ... ۹۹

ایلورا ... ۵۶

ایلیفینٹا ... ۵۶

بال رامائن ... ۶۳

بان بھٹ ... ۳۱-۳۴-۳۶-۳۸-۴۰-۴۱-۴۴-۵۴

برنی ... ۸۳

بدھ (مہاتما) ... ۴۸

بلبن ... ۹۳

صفحہ

بلہرا (ولبھ رائے)... ۷۸

بندیل کھنڈ ... ۵۶

بنگال ... ۹۶

بھلا (بھیل) ... ۶۲

بھیروچاریہ ... ۴۴

بیکانیر ... ۹۲

پرتھوی راج ... ۲۴-۲۶-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۱

پرتھوی راج راسو... ۸۱

پلمند ... ۶۲

پنجاب ... ۵۴-۷۲

پریا درشک ... ۳۰

پوری ... ۵۶

پورس ... ۸۲

تاریخ فیروزشاہی... ۸۳

تنجور ... ۷۳-۹۹

تھانیسر ... ۷۰

تاڈ (راجستھان)... ۸۲

صفحہ

ٹیکسلا ... ۶۴
ٹیمپل ... ۸۲
جگنناتھ ... ۵۶
جےچند ... ۸۴-۸۶-۸۸-
۸۹-۹۰-۹۱
چنبل ... ۴۰
چندبردے (کبی) ... ۸۱-۸۴-۸۷-
۸۸-۹۱
چین ... ۵۰
خسرو (امیر) ... ۸۳-۹۷-۹۸-
۹۹
دکن ... ۲۶-۵۷
دھار ... ۳۴
دھارواڑ ... ۷۶
دھلی ... ۷۹-۸۳-۸۵-
۸۶-۸۷-۸۸-
۸۹-۹۰-۹۱-
۹۲-۹۳-۹۶-
۹۷-۹۸
"دیول رانی خضر خان" ۸۳
راج شیکھر ... ۵۵-۵۶-۵۸-
۵۹-۶۱-۶۳
رام ... ۶۳
راون ... ۶۳
رتناولی ... ۳۰

صف

رضیہ بیگم ... ۹۳
سپرا ... ۴۰
ساوورا ... ۶۲
ستھین کونو ... ۵۵
سری رنگم ... ۷۴
سنجوگتا ... ۸۴-۷
سندھ ... ۲۵-۴
۹۵
سوم دیو ... ۵۵-۱۷
سوم ناتھ ... ۷۰
سیتا ... ۶۳
شمس الدین التمش ۹۳
شنکر اچاریہ ... ۵۸
شہاب الدین غوری ... ۹۳
شہاب الدین ابوالعباس احمد ۸۳
شیخ برھان ... ۹۱-۹۲
ضیاءالدین برنی ... ۱۰۱
عراق ... ۲۵
عرب ... ۷۹-۹۹
عضف ... ۸۳
علاءالدین خلجی ... ۱۰۱
غیاث الدین بلبن ۹۳
فارس ... ۱۰۰
فرشتہ ... ۸۳

صفحہ

فیروزآباد ... ۹۸
فیروزشاہ تغلق ... ۸۳-۹۸-۱۰۱-۱۰۳
قبچاق ... ۹۵
قران السعدین ... ۸۳
قزوینی ... ۷۰
قسطنطنیہ ... ۲۱
قطب الدین ... ۹۳
قنوج ... ۵۷-۸۴-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱
کاتھیاوار ... ۷۰
کادمبری ... ۳۱-۳۲
کانچی ... ۵۸
کاویہ میمانسا ... ۵۹-۶۱
کبیر ... ۸۰
کتھاسرت ساگر ... ۵۵-۶۰
کپور منجری ... ۵۴-۵۵-۵۶-۶۳-۶۴
کوک ... ۸۲
گرات ... ۶۲
کوناتا ... ۶۰
کشمیر ... ۸۲
کلے نور ... ۷۶
کوشلیا (ارتھ شاستر) ۳۵
کھجراہ ... ۵۶
[illegible]ونانگ ... ۸۰
گریرسن ... ۸۲

صفحہ

گومل ... ۹۵
لال کوٹ ... ۹۸
لان مین ... ۵۵
للاواکیہانی ... ۸۲
لنکا ... ۱۰۰
مادھوبن ... ۴۹
مارکو پولو ... ۸۳-۹۹-۱۰۰-۱۰۱
مالابار ... ۹۶
محمد شاہ تغلق ... ۹۶-۱۰۱
مسعودی ... ۷۸
ملتان ... ۷۰-۹۵
موکل جی ... ۹۲
مہندر وکرم ورمن (راجہ) ۵۸
ناگ نند ... ۳۰
نیگاپٹم ... ۹۹
وندھیاچل ... ۴۴-۴۶-۵۹
ہرش (مہاراجہ) ... ۲۹-۳۰-۳۱-۳۴-۳۸-۳۹-۵۷-۵۸
ہرش چرت ... ۳۱-۳۲-۵۷
ہریانہ ... ۹۲
ہریشچندر ... ۵۶
ہمالیہ ... ۵۹
ہندوستان ... ۲۴-۲۵-۳۸
ہیوان چوانگ ... ۳۲-۳۳
ہیول ... ۸۳

قطعہ

زباں قاصر صفت میں ہے بیاں ہم کیا کریں ضامن
کہ عبداللہ بن یوسف علی کا کیسا لکچر ہے
موثر نظم سے بڑھکر ہے ایسی نثر ہے دلکش
نہاں چھوٹے سے فقرے میں بھی اِک معنی کا دفتر ہے
شگفتہ گل ہیں گلشن میں کہ الفاظ جملوں میں
بھرے لفظوں میں ہیں معنی کہ کوزے میں سمندر ہے
روانی ہے عبارت میں کہ دریا کی ہے طغیانی
نئے مضمون کا ہے سلسلہ یہ سلک گوہر ہے
ظرافت ہے مگر اتنی نمک جیسے ہو کھانے میں
حلاوت اتنی ہے جتنی لب جاناں میں شکر ہے
بہت گہری نظر ڈالی ہے اخلاق و تمدن پر
عیاں تحقیق اور تدقیق کا ہر جا یہ جوہر ہے
زباں ایسی کہ اِس سے پست کردیں تو ہو بازاری
جو اونچی ہو تو دل چسپی میں فرق آجائے یہ ڈر ہے
دکھائی ہیں ہر اک منظر کی وہ دلچسپ تصویریں
بنانا جن کا طاقت سے مصور کے بھی باہر ہے
حدیں بھی اختصار و طول کی ہر جا مناسب ہیں
ہر اک مضمون کا طرز بیاں بہتر سے بہتر ہے
جو سچ پوچھو فصاحت اور بلاغت کی ہے جاں لکچر
اثر اِس کا نہ ہو جس پر حقیقت میں وہ پتھر ہے
بتائیں لذت تقریر کیا بس مختصر ہے یہ
کہ اب تک سامعیں کے دل میں اِک اِک لفظ کا گھر ہے
ہوئی حاصل یہ نعمت سب کو تارا چند کے باعث
مگر در اصل سر سپرو کا احساں اِن سے بڑھکر ہے
کریں گے رشک سب ہم عصر اِس دولت کے ملنے پر
مگر اہل الہ آباد کا اچھا مقدر ہے

یہ قطعہ مولوی سید ضامن علی، ایم - اے - صدر شعبۂ اُردو الہ آباد یونیورسٹی نے نظم کیا اور بعد اختتام لکچر پڑھا -